سیدنا الشیخ حضرت سید عبد القادر جیلانی ؓ کی سیادت، عظمت اور رفعتِ قدر
علمی تحقیق کے آئینے میں۔

شہبازِ لامکانی

عربی تصنیف:

محدثِ تیونس علامہ محمد بن عزوز مکی قدس سرہ العزیز

(۱۲۷۰ھ ـــــ ۱۳۳۴ھ)

اردو ترجمہ

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی

(ایم اے، پی ایچ ڈی عربی زبان و ادب ۔ جامعۃ الازہر)

ناشر

صفہ فاؤنڈیشن

لاہور، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ بڑے مہربان، نہایت رحم والے کے نام سے شروع۔

”میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا“

(عرضِ ناشر)

قطبِ ربانی، غوثِ صمدانی، محبوبِ سبحانی، سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی ❒ کی ذاتِ گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ذکر و فکر کی جو دنیا آباد کی اُسے اللہ تعالیٰ نے یوں قبولیت بخشی کہ دنیا بھر میں آپ کی عظمت کے چرچے ہیں جو حاسدوں کے حسد کے باوجود صبحِ قیامت تک باقی رہیں گے، کیونکہ آپ کو یہ انتہائی منفرد مرتبہ و مقام اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، اور جسے اللہ رب العزت عروج بخشے اُس کا سورج غروب نہیں ہوتا، حضور غوثِ اعظم نے بھی اپنے کریم رب کے انعام کا شکر اپنے تبلیغی اور اصلاحی عمل کے ذریعے یوں فرمایا کہ آپ کی مجلسِ وعظ میں اگر کوئی یہودی اور عیسائی آیا ہے تو وہ اسلام کا نور لے کر گیا ہے، کوئی فاسق و فاجر آیا ہے تو اُسے ظاہر و باطن کی پاکیزگی نصیب ہوگئی، اور اگر کوئی طالب المولیٰ بن کر آیا تو اُسے ربِ کریم کی بارگاہ تک رسائی مل گئی، حضرت غوثِ اعظم عمر بھر بندوں کو خدا سے ملانے کی خوشگوار ذمہ داری نبھاتے رہے، ایسی عظیم ہستی سے نسبت و ارادت سعادت کی علامت ہے، اِسی احساس کی ترجمانی کرتے ہوئے امامِ اہلِ سنت امام احمد رضا قادری ﷫ فرماتے ہیں:

تجھ سے در در سے سگ سگ سے ہے نسبت مجھ کو　　میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا

اِس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے　　حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں سے حسد اور عداوت بدنصیبی کی انتہا ہے، مختلف زمانوں میں حضرت غوثِ اعظم کے حاسد پیدا ہوتے اور اپنے برے انجام سے دوچار ہوتے رہے ہیں، جہاں اہلِ علم نے اِن لوگوں کا رد کیا وہیں دستِ قدرت نے بھی ایسے بدنصیبوں کو

نشانِ عبرت بنادیا، ایسے ہی ایک معترض نے حضرت غوثِ اعظم کی ذاتِ بابرکات پر کچھ اعتراضات کیے تو محدثِ جلیل علامہ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز مکی رحمہ اللہ نے اُس کے ایک ایک اعتراض کے تارو پود بکھیر کر رکھ دیے، اور اُس کا ایسا رد کیا کہ اُس بدزبان کو دوبارہ زبان درازی کے قابل نہیں چھوڑا، اگرچہ بارگاہِ غوثیت میں زبان درازی کرنے والوں کی بے ادبیوں سے آپ کے مرتبہ و مقام پر کوئی فرق نہیں پڑتا مگر حضرتِ مصنف رحمہ اللہ نے حضرت غوثِ اعظم سے محبت کا حق ادا کر دیا، اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

پیشِ نظر کتاب کا رواں اور شستہ ترجمہ کرنے کی سعادت استاذِ محترم شرفِ ملت حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ کے فرزندِ ارجمند برادرِ محترم ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی صاحب کے حصہ میں آئی، موصوف عربی زبان میں مہارت اور ترجمہ میں دسترس رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کی اِس کاوش کو قبول فرمائے اور اِسے مزید علمی کاموں کا نقطہء آغاز بنائے۔

اِس کتاب کو چھاپنے کی سعادت صفہ فاؤنڈیشن کو حاصل ہو رہی ہے جسے حضرت شرفِ ملت کی سرپرستی اور خصوصی دعائیں حاصل رہی ہیں، علاوہ ازیں صفہ فاؤنڈیشن کو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمتِ عالم ﷺ کی خاص توجہ کے طفیل بعض مخلص، سعادت مند اور درد دل رکھنے والے احباب کے تعاون کی بدولت اسلام، سیرتِ طیبہ اور بزرگانِ دین کے حوالے سے تقریباً ستر اہم کتب پانچ لاکھ کی تعداد میں شائع کر کے بلا معاوضہ تقسیم کرنے کا اعزاز حاصل ہے، پیشِ نظر کتاب بھی اِسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اِن کتب کی اشاعت ایک عظیم سعادت اور صدقہ جاریہ ہے، جب تک یہ کتب پڑھی جاتی رہیں گی ہمارے معزز معاونین کی نیکیاں بڑھتی رہیں گی۔

مورخہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ	عمر حیات قادری
۲۳-اگست ۲۰۱۰ء	چیئرمین صفہ فاؤنڈیشن

(عرضِ مترجم)

”سرکارغوثِ اعظم نذرِ کرم خدارا“

ڈاکٹرممتازاحمدسدیدی

مجھے حضرت غوثِ اعظم ◻ سے عقیدت ومحبت پہلے بھی حاصل تھی مگرایک واقعہ نے اِس محبت کا رنگ اوربھی گہرا کردیا، ہوا یوں کہ والدِ گرامی شرفِ ملت حضرت علامہ محمدعبدالحکیم شرف قادری ؒ نے وصال سے کچھ عرصہ قبل ایک چوکورڈبیہ کھول کردکھاتے ہوئے مجھ سے پوچھا:

”جانتے ہویہ کیا ہے؟“

وہ سبزرنگت والے کپڑے کا ایک ٹکڑاتھا، میں نے اُس کے بارے میں لاعلمی کا اظہارکیاتو آپ نے فرمایا:

”یہ حضرت غوثِ اعظم کے مزارِمبارک کی چادرکاٹکڑا ہے اِسے میرے کفن کے اندررکھ دینا۔“

یہ بات سن کرمیں تڑپ اٹھااورمجھ پرگریہ طاری ہوگیا، تب حضرت والد صاحب مجھے تسلی دے رہے تھےاورمیرا حوصلہ بڑھانے کے لیےفرمارہے تھے:

”جوبھی اِس دنیامیں آیا ہے اُسے ایک نہ ایک دن تولوٹ کررب کی بارگاہ میں جاناہی ہے بےصبری مناسب نہیں ہے۔“

میں اُن کے اِس اطمینان پراُس وقت بھی حیران تھااورآج بھی حیران ہوں، پھریہ بات ذہن سےاوجھل ہوگئی اوروقت گزرتا گیا، حضرت والدِ گرامی کے وصال کے دن مجھے سیدۃ النساء سیدہ فاطمہ زہراء ◻ کے اُس شعرکامعنی ومفہوم سمجھ آیا جس میں آپ نے رحمتِ عالم ﷺ کے وصال کے موقع پراپنے کرب کی کیفیات کوضبط کرتے ہوئے فرمایاتھا:

صبت علیّ مصائب لو أنہا صبت علی الأیام صرن لیالیا

مجھ پر اتنے مصائب انڈیل دیئے گئے کہ اگر یہ مصائب روشن دنوں پر انڈیلے جاتے تو دن تاریک راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

اُس دن میں کرب کی اُنہی کیفیات کو کچھ کچھ اپنے من میں محسوس کر رہا تھا، رحمتِ عالمﷺ کے وصال پر آپ کی پیاری صاحبزادی کی کیفیات کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ اُس دن مجھے اندازہ ہوا کہ کتنی بڑی نعمت چھن گئی ہے، اور اُس وقت مجھے یہ محسوس ہوا کہ جن لوگوں کے سر سے یہ سائبان اٹھ جاتا ہے اُن کی کیا کیفیات ہوتی ہیں، میں دکھ، درد اور کرب کی اِنہی کیفیات میں ڈوبا ہوا پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ حضرت والدِ گرامی کو کفن پہنایا جا رہا ہے، تب اچانک ہی مجھے اُنکی وصیت یاد آئی اور میں نے حضرت غوثِ اعظم ♦ کے مزار مبارک کی چادر کا وہ ٹکڑا کفن ہٹا کر اُن کے سینے پر رکھ دیا اور اللہ تعالٰی کا شکر ادا کیا کہ اُس کریم رب نے مجھے حضرت والد صاحب ؒ کی وصیت پر عمل کی توفیق بخشی، اُس دن سے میرے دل میں حضرت غوثِ اعظم کے لیے محبت پہلے سے کہیں زیادہ ہوگئی اور اکثر میری آنکھوں کے سامنے وہ منظر آ جاتا تھا کہ حضرت والدِ گرامی جمعرات کی شام میں ہونے والی ہفتہ وار محفلِ ذکر میں حضرت غوثِ اعظم کی منقبت کے کچھ شعر ترنم سے پڑھا کرتے تھے اور پھر اُن کی آواز میرے کانوں میں گونجنے لگتی:

سرکارِ غوثِ اعظم نظرِ کرم خدارا میرا خالی کاسہ بھر دو میں فقیر ہوں تمہارا
جھولی کو میری بھر دو ورنہ کہے گی دنیا غوثِ جلی کا منگتا پھرتا ہے مارا مارا

اُن کا دل حضرت غوثِ اعظم کی بے پناہ محبت سے معمور تھا اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے انہوں نے دنیا سے جاتے ہوئے حضرت غوثِ پاک کے ساتھ اپنی محبت کا کچھ حصہ میرے سینے میں بھی منتقل فرما دیا ہے، کیونکہ میں جب بھی درد اور کرب کی شدت کے سامنے بے بس اور لاچار ہوتا ہوں تو مذکورہ بالا منقبت کے شعر گنگنانے سے مجھے سکون میسر آتا ہے۔

انہیں حضرت غوثِ اعظم کے ساتھ بے پناہ عقیدت اور جذباتی لگاؤ تھا انہیں یہ للہ فی اللہ محبت اپنے پیرو مرشد مفتی اعظم پاکستان سراج الاتقیاء حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد قادری رضوی اشرفی ﷫ اور دادا پیر، کشتۂ عشقِ رسول اور برصغیر پاک وہند میں فیضانِ غوث الوری کے امین امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی ﷫ سے عطا ہوئی تھی یہی وجہ تھی کہ حضرت شرفِ ملت بسترِ مرگ پر بھی حضرت غوثِ اعظم کی محبت میں سرشار دکھائی دیتے تھے، وہ فرمایا کرتے تھے:

''میری خواہش ہے کہ ہم اردو اور عربی میں ''جہانِ محبوبِ سبحانی'' کے عنوان سے حضرت غوثِ اعظم پر لکھی گئی قدیم وجدید کتب، رسائل اور مقالات کو یکجا کر کے چھاپیں۔ یہ امتِ مسلمہ پر آپ کا حق ہے۔''

اُن کی خاص دعا کی برکت سے اللہ تعالی نے مجھے جب الازہر یونیورسٹی قاہرہ میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع عطا فرمایا تو میں نے اُس وقت قاہرہ قیام کے دوران حضرت غوثِ اعظم کے ساتھ والہانہ وابستگی رکھنے والی شخصیت سیدی اعلی حضرت کی تصنیف "الزمزمة القمريه في الذب عن الخمريّة" کا عربی ترجمہ کیا پھر وہیں سے اِس کی کمپوزنگ کروائی اور جب میں نے مذکورہ بالا کتاب کا پرنٹ حضرت والدِ گرامی کو پیش کیا تو انہوں نے معمول سے بڑھ کر خوشی کا اظہار فرمایا اور بہت دعاؤں سے نوازا، اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اِسے ۲۰۰۱ء میں خود ہی چھپوایا، ایسا کیوں نہ ہوتا؟ یہ کتاب حضرت غوثِ اعظم کے قصیدہ غوثیہ پر اعتراضات کے رد میں حضرت شرفِ ملت کے دادا پیر امامِ اہلسنت امام احمد رضا خان علیه الرحمه والرضوان کی لکھی ہوئی تھی۔

حضرت غوثِ اعظم کی مناقب پر مختلف زمانوں اور زبانوں میں کثیر کتب لکھی گئیں مگر حضرت شرفِ ملت کو ملا علی قاری کی تصنیف "نزبة الخاطر الفاتر في ترجمة سيدي الشريف عبدالقادر سلطان الاولياء الاكابر الحسني الحسيني الجيلاني" سے خاص لگاؤ تھا، انہیں اس کتاب کے عربی نسخے کی شدت سے تلاش تھی ایک مرتبہ انہوں نے مجھے فرمایا:

''میں نے پاکستان ہندستان کی ہر اہم لائبریری سے اِس کتاب کا پتہ

کروایا ہے مگر پچیس تیس سال کی جستجو کے باوجود کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔"

پھر ایک موقع پر مجھے قاہرہ کی ایک عظیم لائبریری "دار الکتب المصریۃ" شعبۂ مخطوطات میں اِس کتاب کا مخطوطہ ملا تو میں نے اِس مخطوطے کی فوٹو کاپی حاصل کر کے اُنہیں بھجوائی تب اُنہوں نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا، پھر جب میں ۲۰۰۴ء میں پاکستان آیا تو وہ اِس کتاب کو چھپوانے کی تیاری کر رہے تھے تب میں نے اُن سے گذارش کی:

"اگر اِس مخطوطے کی ٹریسنگ کاپی چھاپی گئی تو پاکستان میں اِسے کون خریدے گا؟"

تو انہوں نے مختصر جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"اِس طرح کتاب محفوظ ہو جائے گی اور پھر کوئی نہ کوئی پبلشر اِسے نئی کمپوزنگ اور تخریج کے ساتھ چھاپ دے گا۔"

میں یہ بات سن کر خاموش ہو گیا اور اُس وقت میرے ذہن میں یہی بات آئی کہ اُن کی خواہش یہ تھی کہ برسوں کی جستجو کے بعد نزہۃ الخاطر الفاتر جو عربی نسخہ اُن کے ہاتھوں تک پہنچا ہے وہ اُسے خود اپنی زندگی میں چھپوا کر محفوظ کر جائیں اور انہوں نے کمپوزنگ کا انتظار بھی فقط اِس لئے گوارہ نہیں فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پیغامِ اجل آ جائے اور یہ کتاب چھپنے سے رہ جائے، الحمد للہ انہوں نے حضرت غوثِ اعظم کے ساتھ اپنی والہانہ محبت کے زیرِ اثر یہ کتاب اپنے محدود وسائل سے ۲۰۰۴ء میں طبع کروائی، اللہ تعالی کا فضل و کرم شاملِ حال ہوا تو اِن شاء اللہ اِس کتاب کا عربی نسخہ بھی نئی کمپوزنگ اور تخریج کے ساتھ طبع کروایا جائے گا۔

حضرت غوثِ اعظم کے ساتھ اُن کی وابستگی کا ایک اور کبھی نہ بھولنے والا منظر میرے دل و دماغ میں محفوظ ہے، اُن کے پاس شیخ نورالدین ابوالحسن علی بن یوسف لخمی شطنوفی ؒ کی تصنیف:

"بهجة الاسرار و معدن الانوار في بعض مناقب للقطب الرباني محي الدين س

عبدالقادر الجيلاني" کا نیا نسخہ پہنچا تو انہیں اتنا پسند آیا کہ اُنہوں نے شدید علالت کے ایام میں

علاج معالجے کے لئے رکھی ہوئی رقم سے ۴۴۸ صفحات پر مشتمل اِس کتاب کو بھی وصال سے تقریبا دو ماہ قبل جون ۲۰۰۷ء میں طبع کروادیا، کتاب چھپ کر آئی تو میں نے اُن کے چہرے پر خوشی اور کامیابی کی ایک واضح چمک دیکھی، اُنہیں بخوبی اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ کس مرض میں مبتلاء ہیں، مگر وہ موت سے خوفزدہ نہیں تھے، اُنہیں یہ بھی پتہ تھا کہ وہ جس مرض اور تکلیف سے دوچار ہیں اُس کا علاج کتنا مہنگا ہے، اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ پاکستان میں عربی کتب کے خریدار بہت کم ہیں اور اِس کتاب پر صرف ہونے والی رقم جلد واپس آنے کی توقع نہیں مگر اللہ تعالی کے فضل وکرم سے اِن حالات میں بھی اُن کے دل ودماغ پر حضرت غوثِ اعظم کے دامن سے وابستگی اور اور اُن کے ذات سے سچی محبت مال ودولت بلکہ زندگی کی محبت بھی پر غالب رہی، اِسی محبت کے زیرِ اثر انہوں نے مادی منفعت اور نقصان سے بے پرواہ ہو کر یہ کتاب چھپوا کر کامیابی کے زینے پر قدم رکھ لیا۔

اِس کے علاوہ انہوں نے حضور غوثِ اعظم پر اپنی تین تحریریں بھی یکجا کر کے کمپوز کروائی تھیں مگر اُن کی یہ خواہش اُن کی دنیاوی زندگی میں پوری نہ ہوسکی لیکن اللہ تعالی کے فضل وکرم سے قوی امید ہے کہ اِس کتاب کی طباعت کے اسباب بھی مہیا ہو جائیں گے اور یہ کتاب بھی زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں تک پہنچے گی۔

یہ حضرت غوثِ اعظم کے ساتھ حضرت شرفِ ملت کی بے پناہ عقیدت ومحبت کا ایک ثمر تھا کہ اُن کو پیرِ طریقت حضرت مولانا ریحان رضا خان ﷬، حضرت مولانا محمد فضل الرحمٰن مدنی ﷬، امینِ ملت حضرت پیر سید امین میاں برکاتی ﷬، فقیہ اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی ﷬، صاحبزادہ سید نعیم اشرف اشرفی جائسی ﷬، پیرِ طریقت حضرت مولانا سید محمد اشرف اشرفی جیلانی ﷬، حضرت صاحبزادہ سید مسعود احمد رضوی اشرفی مدظلہ العالی پیرِ طریقت حضرت صاحبزادہ قاضی فضلِ رسول حیدر مدظلہ العالی حضرت سید احمد علی رضوی اجمیری ﷬، حضرت علامہ مولانا حسن علی رضوی مدظلہ العالی نے سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

میں قارئینِ کرام سے معذرت خواہ ہوں کہ حضور غوثِ پاک کے ساتھ حضرت

شرفِ ملت کی گہری وابستگی کے حوالے سے بات کافی طویل ہوگئی مگر یہ مجھ پر ایک قرض تھا جسے اللہ تبارک وتعالی کے فضل وکرم اور اُس کی توفیق سے چکانے کے قابل ہوا ہوں، ربِ کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ نسبتِ قادریہ کی برکت سے حضرت شرفِ ملت کے مزار پر انوار وتجلیات کی بارش فرمائے۔

مختصری تمنا کے اظہار کے لئے ایک ایسی تمہید کے بعد جو غیر ارادی طور پر طوالانی شکل اختیار کر گئی اصل موضوع کی طرف آتا ہوں ہمارے فاضل دوست مولانا صلاح الدین سعیدی صاحب مد ظلہ نے حضرت شرفِ ملت کی حیاتِ مبارکہ میں مجھے "**السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی**" کا ایک نسخہ عنایت فرمایا تھا جسے جنابِ سعیدی صاحب نے اپنے کچھ احباب کے تعاون سے خود طبع کروایا تھا، میں نے یہ کتاب والدِ گرامی ؒ کو دکھاتے ہوئے اُن کے سامنے اِس کتاب کے ترجمہ کی خواہش ظاہر کی تو اُنہوں نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا مگر میں اِس کتاب کے ترجمے کا آغاز بھی نہ کرسکا، اُن کے وصال کے بعد ایک صاحب نے مجھ سے رابطہ کیا اور پھر کچھ عرصہ اُن سے ٹیلیفونک رابطہ رہا، انہوں نے مجھے مذکورہ بالا کتاب ترجمہ کرنے کے لئے بھجوادی اور جب میں ترجمہ کرنے بیٹھا تو مجھے کبھی کبھی یوں محسوس ہوتا کہ شاید مجھ سے یہ ترجمہ نہ ہوسکے گا کیونکہ ایک طرف حضرت والدِ گرامی ؒ کے وصال کا صدمہ میری توقع سے کہیں زیادہ شدید تھا جس کے زیرِ اثر میں بکھر کے رہ گیا، مزید یہ کہ اُنکے وصال کے بعد ہر آنے والے دن میں ظاہری فرقت کے یہ زخم مزید ہرے ہوتے ہوئے محسوس ہوئے، اِن حالات میں اللہ رب العزت نے ہی صبر عطا فرمایا اور دعا ہے کہ وہ مجھے آئندہ بھی صابرین وشاکرین کے نقشِ قدم پر گامزن رکھے، ایک طرف راقم کی یہ کیفیت تھی تو دوسری طرف پیشِ نظر کتاب "**السیف الربانی**" ثقیل علمی زبان میں لکھی گئی تھی، علاوہ ازیں اِس کا مقاماتِ حریری جیسا مسجع مقفی اسلوبِ نگارش بھی کچھ آسان نہ تھا، مزید برآں قدم قدم پر مجھے یہ خوف بھی دامن گیر رہتا کہ میں ایک انتہائی حساس اور علمی موضوع پر لکھی گئی ایک کتاب کا ترجمہ کررہا ہوں کہیں کوئی ایسی غلطی سرزد نہ ہوجائے جو بارگاہِ غوثیت میں بے ادبی اور اہلِ ذوق

کے لئے بدمزگی کا باعث ہو، اِس پراگندہ خاطری، خوف، امید اور شوق کے درمیان میں نے تقریباً نصف کتاب کا ترجمہ کر لیا تھا مگر کیفیت یہ تھی کہ کبھی ترجمہ کی رفتار انتہائی سست ہو جاتی اور کبھی ہفتوں تحریر کا سلسلہ منقطع رہتا، نتیجہ یہ ہوا کہ میرے جس مہربان نے کتاب کے ترجمہ کی ذمہ داری مجھے سونپی تھی انہوں نے میری اِس کیفیت کے پیشِ نظر مجھے فرمایا:

"شاید اِس کتاب کے ترجمہ کی سعادت آپ کے حصے میں نہیں ہے لہٰذا آپ یہ کتاب واپس کر دو۔"

میں اپنی مجبوریوں کے باعث شدید خواہش کے باوجود انہیں ترجمہ کی یقین دہانی نہ کروا سکا اِسکے باوجود نہ جانے کیوں انہوں نے یہ کتاب عملی طور پر واپس نہ منگوائی، اور ایک طویل عرصہ تک مجھ سے مزید ترجمہ بھی نہ ہو سکا، شاید یہ ترجمہ ادھورا ہی پڑا رہ جاتا مگر حضرت والدِ گرامی ؒ کی دعا کی برکت تھی کہ ہمارے ایک مہربان اور مخلص دوست علامہ محمد اسلم شہزاد صاحب حفظہ اللہ نے شوقِ تکمیل کو مہمیز دی اور کچھ ایسی محبت سے حوصلہ بڑھایا کہ نہ صرف ترجمے کا ٹوٹا ہوا سلسلہ دوبارہ بحال ہوا بلکہ دیکھتے ہی دیکھتے پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، **الحمد للہ والشکر لہ**۔ میں نے جب اُن کے سامنے بارگاہِ غوثیت میں بے ادبی اور کوتاہی کے خوف کا ذکر کیا تو انہوں نے مجھے کہا تھا:

"بارگاہِ غوثیت کے ساتھ استادِ محترم حضرت شرفِ ملت ؒ کی وابستگی کے طفیل آپ کو حضور غوثِ پاک کی روحانی توجہ اور اِس کتاب کے ترجمہ کی سعادت حاصل ہوئی ہے، آپ کو بزرگوں کے فیوض و برکات حاصل رہیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو اِن بزرگوں کے طفیل ہر لغزش سے محفوظ رکھے گا۔"

اِن کلمات سے میرے پست ہوتے ہوئے حوصلوں کو بہت تقویت ملی اور اُس وقت تو میرے حوصلے بہت زیادہ بلند ہو گئے جب حضرت علامہ صاحب کے توجہ دلانے پر نوجوان سکالر علامہ محمد عمر حیات قادری حفظہ اللہ نے انگلینڈ سے کال کر کے مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ وہ "**السیف الربانی**" کا اردو ترجمہ صفہ فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع کریں گے۔ اِس خبر نے پیش

نظر کتاب کے ترجمہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مزید مدد کی، اللہ تبارک وتعالیٰ اِن دونوں حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بعض اقوال اور خاص طور پر آپ کے فرمان: " **قدمی ہٰذہ علی رقبۃ کل ولی للہ** " پر معترض کے تمام اعتراضات کے جوابات علامہ محمد مکی بطریق احسن دے چکے ہیں۔ علامہ موصوف نہ صرف خود وقت کے بہت بڑے عالم اور ولی اللہ تھے بلکہ ایک عالم اور ولی کے بیٹے اور عظیم عالم اور ولی اللہ کے پوتے بھی تھے۔ آپ نے ٹھوس علمی دلائل کے ساتھ نہ صرف مذکورہ بالا معترض کا ردّ کیا ہے بلکہ حضرت غوثِ اعظم کے دیگر ناقدین کے منہ بھی بند کر دیے ہیں، جو تقریباً ایسے ہی اعتراضات کے ذریعے حضرت غوثِ اعظم کی عظمت وتوقیر کو کم کرنے اور آپ کی تعلیمات میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں، یہ معترضین تو اپنی موت آپ مر گئے مگر حضور غوث الوریٰ کی عظمت کا سورج اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا ہے اور آئندہ بھی اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ ولایت کے افق پر جگمگاتا رہے گا۔

حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اعلیٰ تعلیم کے لیے بغداد شریف میں جلوہ افروز ہوئے تو مختلف علوم وفنون کے یگانۂ روزگار اساتذہ سے اکتسابِ علم کیا۔ سیدی ابو سعید مخزومی ؓ سے ارادت کا تعلق جوڑا، محیر العقول مجاہدات کے بعد علمی اور روحانی دنیا میں آپ کا ظہور ہوا تو ہر طرف آپ کا طوطی بولنے لگا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ رحمتِ عالم ﷺ نے آپ کو لعابِ دہن عطا فرما کر آپ کو مجلسِ وعظ سجانے کا حکم فرمایا تھا۔ اور جب ربّ کریم کی بارگاہ سے آپ کو ولایت اور روحانیت کی دنیا کا ایک انوکھا اور منفرد اعزاز بخشا گیا تو آپ نے حکمِ ربی سے " **قدمی ہٰذہ علی رقبۃ کل ولی للہ** " کا اعلان فرمایا۔ یہ اعلان سنتے ہی دنیا بھر کے اولیاء نے اپنی گردنیں خم کر دیں، کیونکہ یہ اعلان آپ نے اپنی خواہش کی بناء پر نہیں بلکہ عزت دینے والے ربّ کے حکم سے کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ گردنیں خم کرنے والے اولیاء کبار میں سے کسی کو یہ محسوس نہیں ہوا

کہ اس عمل سے اُن کی عزت کم ہوئی ہے، بلکہ چشم بصیرت رکھنے والے ہر ولی نے آپ کے اس اعلان پر گردن جھکانے کو اپنے لیے اعزاز تصور کیا۔ ہاں جس غریب کا دامن بصیرت جیسی نعمت سے ہی خالی ہو اُسے حقائق کی پہچان کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

حضرت غوثِ اعظم بغداد میں ایسے وقت تشریف لائے جب مسلمان علمی، عملی، اخلاقی اور سیاسی اعتبار سے زوال پذیر تھے۔ آپ کے انفاس مطہرہ کی خوشبو سے دلوں کی کھیتیاں مہک اٹھیں۔ آپ کے غلاموں نے صلیبی جنگوں میں بھی جرأت و بہادری کے جوہر دکھائے اور سیم و زر سے منہ موڑ کر اپنے رب سے لو لگائی۔ آپ کی ہمہ جہت تجدیدی اور اصلاحی خدمات کے پیش نظر ہی آپ کو ''محی الدین'' کے لقب سے یاد کیا گیا۔ آپ کی تعلیمات فقط آپ کے عہد کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر زمانے کے لیے پیغامِ حیات بلکہ آبِ حیات ہیں۔ بارگاہِ غوثیت کے فیض یافتگان ہمیشہ ناموسِ رسالت اور دین پر اپنی جانیں لٹاتے رہیں گے۔

محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا الشیخ سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ کے علم و فضل تقویٰ اور بلند مرتبے کے باعث دنیا بھر کے کبار اولیاء نے آپ کی عظمت اور آپ کے بلند مرتبہ و مقام کا اعتراف کیا مگر بصیرت سے محروم بعض لوگوں نے آپ کی شان میں بے ادبی سے بھی گریز نہیں کیا۔ بعض لوگوں نے تو کم فہمی یا لاعلمی کی بنیاد پر ایسا رویہ اختیار کیا جبکہ بعض نے مسلکی عصبیت کی بناء پر اپنی عاقبت کو تباہ و برباد کیا ہے۔ ایسے لوگوں کے خلاف حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے عزت کا تاج پہنا دیتا ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت نیچا نہیں دکھا سکتی۔

پیشِ نظر کتاب کے مصنف عالمِ ربانی علامہ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز مکی رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سے دو سال قبل تیونس میں ۱۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور آپ سے تقریباً چھ سال قبل ۱۳۳۴ھ دارِ فانی سے دارالبقاء کی طرف رحلت فرما گئے، حضرتِ مصنف بھی سیدی اعلیٰ حضرت کی طرح حضرت غوثِ اعظم کے حوالے سے انتہائی غیور تھے، جب اُن کے

بعض احباب نے اُن کے سامنے حضرت غوثِ اعظم کے حوالے سے ایک کتابچہ "الحق الظاہر فی شرح حالِ الشیخ عبد القادر" کیا جس کے مصنف علی بن محمد قرمانی حنفی نے حضرت غوثِ اعظم کے حسنی حسینی نسب کا انکار کیا تھا، آپ کی عظمت کے جزوی اعتراف کے ساتھ آپ کی عظمت کے انکار کی جسارت بھی کی تھی، خاص طور پر فرمانِ غوثِ اعظم: "قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ" کے انکار کی کوشش کی، علامہ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز مکی ؒ نے معترض کے تمام اعتراضات کے انتہائی مدلل جواب تحریر فرمائے، اللہ تعالیٰ انہیں حضرت غوثِ اعظم کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

علامہ محمد عمر حیات قادری دیارِ غیر میں رہتے ہوئے ہمہ وقت تبلیغِ دین میں مشغول ہیں، اچھی عربی کتابوں کی تلاش میں رہتے ہیں دستیاب ہونے والی کئی اہم عربی کتب کا اردو ترجمہ شائع بھی کروا چکے ہیں، اسی سلسلے کی کڑی کے طور پر انہوں نے مجھے سیدی محمد جعفر کتانی کی تصنیف: "جلاء القلوب من الاصداء الغینیہ ببیان احاطتہ بالعلوم الکونیۃ" کی ذمہ داری سونپی ہے اور میں اس پر کام کر رہا ہوں، علاوہ ازیں حضرت والدِ گرامی کی تصنیف: ''اندھیرے سے اجالے تک'' کے عربی ترجمہ کی ذمہ داری بھی تفویض کی ہے اللہ تعالیٰ تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ علامہ محمد عمر حیات قادری صاحب کے حضرت والدِ گرامی سے للہ فی اللہ محبت پر مبنی گہرے مراسم تھے، وہ حضرت والدِ گرامی کے قلم سے ترجمہ شدہ کتاب "پکارو یا رسول اللہ'' مصنف عبد الرزاق اور اصلاحِ فکر و اعتقاد پر مشتمل کتاب ''خدا کو یاد کر پیارے'' بھی صفہ فاؤنڈیشن کی طرف سے شائع کر چکے ہیں۔ انہوں نے حضرت شرفِ ملت کی خدمت میں مورخہ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۵ء کی شام لاہور میں انعقاد پذیر ایک روحانی محفل میں صفہ فاؤنڈیشن کی طرف سے ایک لاکھ روپے کے ساتھ ابو ہریرہ ایوارڈ پیش کیا، اللہ تعالیٰ انہیں اُن کی علم اور علماء سے محبت پر بہت اجر عطا فرمائے۔

کتاب کے ترجمہ کی تکمیل کے بعد ہمارے فاضل دوست جناب عبد الستار طاہر صاحب نے کمپیوٹر کمپوزنگ کا پہلا پروف پڑھ کر میرے لئے پروف ریڈنگ اور بعض مقامات پر جملوں کی نوک پلک سنوارنے کا عمل آسان کر دیا، جناب عبد القادر صاحب نے خندہ پیشانی سے اغلاط کی

درستی کی، برادرِ عزیز مشتاق احمد ضیاء اور برادرِ عزیز حافظ نثار احمد کے مفید مشورے شاملِ حال رہے، والدہ محترمہ **حفظہا اللہ** نے بعض اوقات ایسی بیساختہ اور پر خلوص دعائیں دیں کہ ٹوٹی ہوئی کمر سیدھی ہو گئی اور بکھرے ہوئے افکار مجتمع ہو گئے، رب کریم ہمارے سروں پر اُن کا سایہ تادیر سلامت رکھے، والدہ محترمہ **حفظہا اللہ** نے ایک موقع پر **الصلاۃ الغوثیہ** پڑھ کر ایک دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اُس دعا کو حیرت انگیز طور پر شرفِ قبولیت بخشا، یہ والدین، اساتذہ اور مرشد کریم خواجہ غلام سدید الدین رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے فرزندِ ارجمند حضرت خواجہ غلام حمید الدین احمد معظمی **مدظلہ العالی** کی دعائیں ہیں کہ بزرگوں کی شفقتیں حاصل رہتی ہیں، اور بارہا ایسا ہوا کہ اِس بھری دنیا میں زندگی کی پر خار راہوں پر کڑکتی دھوپ میں چلتے ہوئے کبھی کسی نے ہاتھ پکڑ لیا کبھی کسی نے سہارا دے دیا، ورنہ دنیا کی بھیڑ بھاڑ میں ہر کوئی اپنے اپنے مسائل میں الجھا ہوا ہے، کون کسی کے مسئلے کو اپنا مسئلہ سمجھتا ہے؟! اللہ تعالیٰ نفسانفسی کے دور میں دعائیں دینے اور حوصلہ بڑھانے والے سراپا اخلاص تمام احباب کو مجھ گنہگار اور تہی دامن کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

کتاب کا ترجمہ مکمل ہونے پر متعدد خوبیوں اور متنوع صلاحیتوں کے مالک ہمارے فاضل دوست علامہ محمد اسلم شہزاد **حفظہ اللہ** نے نہ صرف کتاب کے ترجمہ کی تکمیل کے لئے ہمت بندھائی بلکہ حوصلہ بڑھانے والا انتہائی محبت بھرا اور خوبصورت مقدمہ بھی تحریر فرمایا، وطنِ عزیز کے معروف دانشور مصنفِ کتبِ کثیرہ جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل **زید مجدہ**، عصرِ حاضر کے صاحبِ طرز ادیب، منفرد علمی اور ادبی اسلوب کے مالک مفسرِ قرآن اور سیرت نگار پروفیسر سید عبد الرحمٰن بخاری **اطال اللہ بقاءہ بالصحۃ والعافیۃ** اور ناموسِ رسالت کے پاسبان، بارگاہِ غوثیت سے والہانہ محبت سے مالا مال شخصیت جسٹس (ر) میاں نذیر اختر **زیدت عنایتہ** نے تقریظات کی صورت میں بارگاہِ غوثیت میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا اور راقم کی عزت افزائی فرمائی۔ رب کریم اِن حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں اپنی اِس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں؟! مجھے اِس حوالے سے کوئی دعوی

نہیں اس سوال کا جواب تو کتاب کے خوش ذوق قارئین ہی دے سکتے ہیں میری قارئینِ کرام سے گذارش ہے کہ اگر پیشِ نظر کتاب میں کہیں بھی کوئی کمی یا کوتاہی اُن کی نظر سے گزرے تو وہ مجھے ضرور مطلع فرمائیں گے تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کر دی جائے۔

اللہم اجعل القطب الربانی والمحبوب السبحانی والغوث الصمدانی سیدنا عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی البغدادی مع الذین انعمت علیہم النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین ۔ اللہم لا تحرمنا اسرارہم ونفحاتہ الدین والدنیا والآخرۃ اللہم احینا مسلمین و امتنا مسلمین والحقنا بالصالحی غیر خزایا والمفتونین بحرمۃ سید الانبیاء والمرسلین ۔

مورخہ: ۵ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ — غبارِ راہِ صاحبدلاں

۲۸ جولائی ۲۰۱۰ء (بمقام: مزارِ شرفِ ملت) — ممتاز احمد سدیدی الازہری

(تقریظ)

”ورفعنا لک ذِکرک کا ہے سایہ تجھ پر“

علامہ محمد اسلم شہزاد

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین پر چلنے اور رینگنے والی، فضا کی بلندیوں میں پرواز کرنے والی اور سمندروں کی گہرائیوں میں تیرنے والی چھوٹی بڑی لاتعداد مخلوقات کو پیدا فرمایا، مگر فقط حضرتِ انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، انسانوں میں سب سے زیادہ عظمت وشرف والا گروہ انبیاء کا ہے، ربِ کریم نے انسانوں میں ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کو اشرف الانبیاء والمرسلین بنایا اور اُس نے اپنے حبیب ﷺ پر نبوت ورسالت کا سلسلہ مکمل فرمادیا، اب آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا، البتہ مجددین و مصلحین کی آمد کا سلسلہ جاری رہے گا، انہی بلند مرتبہ شخصیات میں سے قطبِ ربانی، شہبازِ لامکانی، محبوبِ سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی جیلانی بغدادی کی ذاتِ گرامی بھی ہے، آپ نے دعوت وارشاد کے میدان میں ایسی گرانقدر خدمات سرانجام دیں کہ ایک جہان آپ کی ہمہ جہت خدمات کا معترف نظر آتا ہے، اہلِ تصوف تو آپ کا احترام کرتے ہی ہیں مگر صوفیہ کرام کے ابن الجوزی اور ابنِ تیمیہ جیسے مشہور ناقد بھی دل و جان سے آپ کو خراجِ تحسین پیش کرنے پر مجبور دکھائی دیتے ہیں۔ قارئینِ کرام کو یہ جان کر یقیناً حیرت ہوگی کہ ابن الجوزی بارگاہِ غوثیت میں حاضر ہوئے تو حضور غوثِ اعظم کی مبارک زبان سے ”**رجعنا من القال الی الحال**“ دلآویز کلماتِ مبارکہ سن کر وہ ایسی کیفیت سے دوچار ہوئے کہ اپنا دامن اپنے ہی ہاتھوں چاک کر

لیا، اور ابنِ تیمیہ اپنے فتاوی میں بعض مقامات پر نہ صرف حضور غوثِ پاک کے اقوال ذکر کرتے ہیں بلکہ آپ کے اسمِ گرامی کے ساتھ ♦ بھی لکھتے ہیں۔ لیکن اِس کے باوجود سعادت سے محروم بعض لوگ آپ کی عزت وعظمت کو گھٹانے کی کوشش کرتے دکھائی دیتے ہیں، مگر جسے ربِ کریم کرامت کا تاج پہنا دے اُس کی عزت وعظمت کا چراغ کون گل کرسکتا ہے؟!

ورفعنا لک ذِکرک کا ہے سایہ تجھ پر
ذکر ہے اونچا ترا بول ہے بالا تیرا

بلکہ بعض اوقات ایسی نا شائستہ حرکتیں حضرت غوثِ اعظم جیسی ربانی شخصیات کی عظمتوں کو مزید اجاگر کرنے کا سبب بن جاتی ہیں پیشِ نظر کتاب "السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی" اسی سلسلے کی کڑی ہے اِس کتاب کے مصنف علامہ سید محمد مکی بن سیدی مصطفیٰ عزوز ♦ کی نظروں سے حضور غوثِ اعظم کی بے ادبیوں پر مشتمل ایک رسالہ "الحق الظاہر فی حال الشیخ عبد القادر" گزرا تو انہوں نے اِس رسالے کے مصنف علی بن محمد قرمانی حنفی کا علمی محاسبہ فرمایا، کتاب کا مطالعہ کرنے سے حضرتِ مصنف کے علمی مرتبہ ومقام، حضور غوثِ پاک کے ساتھ اُن کی گہری وابستگی اور عقیدت ومحبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

السیف الربانی ہندوستان اور تیونس کے علاوہ پاکستان سے بھی طبع ہوئی تھی لیکن ابھی تک اِس کا اردو ترجمہ منظرِ عام پر نہیں آیا تھا، شاید اِس کی وجہ یہ تھی کہ عالمانہ لب ولہجہ والی عربی میں لکھی گئی اِس کتاب کے ترجمہ کے لئے کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی جسے عربی زبان پر عبور کے ساتھ اردو پر بھی دسترس حاصل ہو، اُس نے سلسلہ قادریہ کی تعلیمات سے واقف کسی مردِ خدا آگاہ کی صحبت بھی اٹھائی ہو اور اُسے بارگاہِ غوثیت سے فیضان بھی نصیب ہوا ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت استاذِ محترم شرفِ ملت ♦ کی ایک نشانی ہمارے فاضل دوست اور برادرِ دینی ویقینی ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی حفظہ اللہ تعالیٰ کے حصے میں لکھی ہوئی تھی، مجھے اُن کے حوالہ سے یہ کہتے

ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے اُن میں **السیف الربانی** کا اردو ترجمہ کرنے کی جملہ صفات موجود تھیں میری اِس بات کے پیچھے درجِ ذیل امور کارفرما ہیں:

ڈاکٹر سدیدی صاحب کو عربی زبان میں خصوصی مہارت حاصل ہے، انہوں نے مروجہ دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں مصری اساتذہ سے اکتسابِ علم کرتے ہوئے پانچ سال کے عرصہ میں ایم اے عربی کیا، پھر آٹھ سال جامعہ ازہر قاہرہ میں گذارے جہاں امام احمد رضا خان بریلوی کی عربی شاعری کے حوالے سے سات سو صفحات پر مشتمل مقالہ لکھ کر الازہر سے عربی زبان وادب میں ایم اے اور چار سو صفحات پر مشتمل مقالہ لکھ کر عربی زبان وادب میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، وہ درسیات پر گہری نظر رکھتے ہیں، تصوف کی مصطلحات سے واقف ہیں، وہ پاکستان میں گنتی کے عربی دان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں، علاوہ ازیں وہ صرف عربی زبان وادب کے ماہر ہی نہیں بلکہ عمدہ اردو لکھنے والوں میں سے بھی ہیں۔

وہ حضور غوثِ پاک کے حوالے سے درجِ ذیل تین تحقیقی مقالات لکھ چکے ہیں:

۱۔ حضرت غوثِ اعظم کی تعلیمات اور عصرِ حاضر میں اُن کی ضرورت واہمیت۔

۲۔ تعلیماتِ غوثیہ کی روشنی میں فکرِ آخرت کا تصور۔

۳۔ مناقبِ غوثِ اعظم عربی شاعری میں۔

اِس تناظر میں کہا جاسکتا ہے کہ وہ بہت حد تک حضور غوثِ پاک کی حیات وتعلیمات سے آگاہ ہیں اور آپ کے حوالے سے کچھ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

پیشِ نظر کتاب اُن کا پہلا ترجمہ نہیں بلکہ وہ اِس سے پہلے بھی کئی مضامین اور کتابچوں کا عربی سے اردو اور اردو سے عربی میں ترجمہ کرچکے ہیں، معارف الاولیاء (جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۳) میں اپنے ہی اردو مضمون کا عربی ترجمہ "**من مدائح الشیخ عبدالقادر الجیلانی رحمہ اللہ تعالی فی الشعر العربی**" کے عنوان سے طبع کرواچکے ہیں، موصوف عربی سے اردو اور اردو سے عربی ترجمہ پر دسترس رکھتے ہیں بلکہ اردو سے عربی ترجمہ کرتے ہوئے زیادہ آسانی محسوس کرتے ہیں۔

جنابِ ڈاکٹر صاحب کو مردِ قال و حال، شیخ الحدیث والتفسیر فنافی القادریت شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری ﷫ کی ایک طویل صحبت میسر رہی ہے، استادِ محترم نے اُن کی علمی اخلاقی اور روحانی تربیت پر خصوصی توجہ فرمائی، انہیں حضور غوثِ پاک کا فیضان والدِ گرامی کے ذریعے ملا، حضرت شرفِ ملت کو دس مشائخ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت وخلافت حاصل تھی جو آپ نے ڈاکٹر سدیدی صاحب کو عنایت فرمائی، اِس کے علاوہ ڈکٹر صاحب کو پیر طریقت حضرت پیر ابو محمد سید احمد اشرفی جیلانی ﷫، استاذ العلماء ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری ﷫ استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی احمد میاں برکاتی قادری مدظلہ العالی اور عالمِ جلیل حضرت مفتی محمد ابو بکر قادری شاذلی مدظلہ العالی سے سلسہ قادریہ میں اجازت وخلافت حاصل ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو حضرت شرفِ ملت نے دیگر سلاسلِ طریقت (چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، شاذلیہ، رفاعیہ، تیجانیہ) میں بھی اجازت وخلافت عطا فرمائی، ڈاکٹر صاحب کے پیر و مرشد حضرت خواجہ غلام سدید الدین ﷫ کے جانشین حضرت خواجہ غلام حمید الدین معظمی دامت برکاتہم العالیہ نے بھی انہیں سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اجازت وخلافت عنایت فرمائی، جبکہ موصوف کو کویت کے سابق وزیرِ مملکت اور سلسلہ عالیہ رفاعیہ کے پیرِ طریقت مفکرِ اسلام حضرت علامہ سید یوسف ہاشم رفاعی مدظلہ العالی سے سلسلہ رفاعیہ کے علاوہ حدیث وعلومِ اسلامیہ کی اجازت وخلافت حاصل ہے، ڈاکٹر سید محمد علوی مالکی ﷫، مفتیِ اعظم مصر ڈاکٹر علی جمعہ، ڈاکٹر سعد جاویش (استاذ الحدیث جامعہ ازہر) وغیرہ سے اجازتِ حدیث وعلومِ اسلامیہ حاصل ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنابِ سدیدی صاحب کو بارگاہِ غوثیت کی مزید فیوض وبرکات سے نوازے اور انہیں ہمیشہ نفس، شیطان اور شیاطین جن وانس کے شر سے محفوظ رکھے۔

میں نے **السیف الربانی** جستہ جستہ کئی مقامات سے پڑھا ہے اور یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ جنابِ سدیدی صاحب نے عربی سے اردو ترجمہ کرتے ہوئے اپنے عظیم والد اور مربی حضرت شرفِ ملت کی تربیت کا حق ادا کیا ہے اور اپنے عظیم استاد، والد اور مربی کی روایت کو برقرار

رکھتے ہوئے کتاب کا شستہ، رواں اور آسان ترجمہ کیا ہے، یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ کتاب اردو میں ہی لکھی گئی تھی، اللہ تبارک وتعالیٰ اِن کے علم وعمل، اخلاق اور اخلاص میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور انہیں حضرت شرفِ ملت ؒ کے نقوشِ قدم پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

"ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد"

راقم کا لکھا ہوا یہ مقدمہ تب تک ادھورا رہے گا جب تک "قادری رنگ" میں رنگے ہوئے اور حضور غوثِ اعظم کی محبت سے سرشار اپنے فاضل دوست اور نوجوان سکالر علامہ عمر حیات قادری حفظہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا نہ کرلوں انہوں نے میری درخواست پر پیشِ نظر کتاب صفہ فاونڈیشن کی طرف سے اعلیٰ پیمانے پر چھاپنے کا اہتمام کیا، ربِ کریم اُن کی اِس کاوش کو قبول ومنظور فرمائے اور ہم سب کو دنیا وآخرت میں حضور غوثِ اعظم کے فیوض وبرکات ہمیشہ نصیب فرمائے۔

۱۰شوال ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰ستمبر ۲۰۱۰ء

محمد اسلم شہزاد

چیف ایڈیٹر ماہنامہ رموز، لاہور

چیف ایڈیٹر ماہنامہ الشرف لاہور

ڈائریکٹر حجاز پبلی کیشنز، لاہور

(تقریظ)

''وہ جس کی ارجمندی بھاگئی چشم مشیت کو''

ادیب العصر پروفیسر عبدالرحمٰن بخاری

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ
سید المرسلین و علیٰ آلہٖ و صحبہٖ اجمعین۔ امّا بعد

قطبین کے ٹھنڈے اجالوں میں دمکتا سورج:

میرے وجدان کے ہر ایک جھروکے میں شہِ بغداد کی عظمت کا سورج دمک رہا ہے۔ کوئی ان عظمتوں کو جھٹلائے تو مجھے اپنے ربّ کی شانِ عطا کا انکار دکھائی دیتا ہے۔ سورج کہیں بھی ہو، اس کی کرنوں کا رقص کون و مکان میں ہر سو پھیل جاتا ہے۔ میں زندگی کے سبھی دائروں میں غوث الوریٰ کی رفعتوں کا پھریرا لہراتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ اور وہ بھی کچھ اس شان سے کہ۔

افلت شموس الاولین و شمسنا
ابدا علی افق العلی لا تغرب

اے اللہ! میرے آقا ﷺ کے اس شہزادے کو ولایت کی سب رعنائیاں تو نے ہی تو دی ہیں پھر یہ حاسدین کہاں سے نکل آئے اور ان کے دست ستم کی رسائی ان دلوں تک کیونکر ہو گئی جن کی دھڑکنیں بھی غوث الوریٰ کی عظمتوں کے ساز پر مچلتی ہیں۔ یہ ایسی ایسی کتابیں کیونکر لکھنے اور پھیلانے میں کامیاب ہو گئے جو شہِ جیلاں قدس سرہ کی تقدیس کے ہالے میں نقب لگانے کی جرأت لے کر ابھری ہیں؟ ہاں اب میرے احساس کی کرنوں میں اس خلش کا راز جھلملایا ہے۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ یہ لوگ، بہت ہی تھوڑے سہی مگر اس دھرتی کے سینے پر حسد کا زہر لے کر کیوں ابھرے ہیں۔ صرف اس لئے تا کہ ان کی روحانی بغاوت اپنے ردِ عمل میں ہزاروں

لاکھوں دلوں کی دھڑکنوں کا رخ کچھ اور تیزی سے شہ بغداد کی تابانیوں کی سمت موڑے ۔ میری چشمِ تصور دیکھ رہی ہے کہ اس شہزادۂ سید کونین ﷺ کی رفعتوں کا بانکپن کچھ اور بھی نکھر آیا ہے جب سے مخالفت کا زہر منظر میں گھلا ہے ۔ چند ظلمت گزیدہ سینوں میں شہِ جیلان کا نسب کھلنے لگا تو کچھ اور بنجر دلوں نے ان کی ولایت کے نشان قدم کی رفعتوں کو جھٹلایا مگر دیکھو تو اُس کا اثر کچھ اس طرح برعکس نکلا کہ لاکھوں سینوں کی تڑپ غوث الوریٰ کی شانِ قطبیت کی ڈھال بن کر جگمگا اٹھی ۔

میں اب قطبین کے ٹھنڈے اجالوں میں بھی اپنے غوث کی تابانیوں کے انگنت منظر سجے محسوس کرتا ہوں ۔ وہ براعظم جہاں غوث الوریٰ خود نہ پہنچ پائے اور ان کی چاہتوں کے قافلے بھی ہنوز کافی مسافتوں پر دکھائی دیتے تھے، اب میں کرۂ ارض کے ایسے تمام گوشوں کو بھی تیزی سے بغداد کے اِس یکتا ولی کی روحانی جاگیر میں ڈھلتے دیکھ رہا ہوں ۔ یہ کرشمہ ہے خدا کی اس انوکھی شانِ عطا کا جو میرے غوث الوریٰ کی مخالفت کو بھی ان کی عظمتوں کا روپ دیتی جا رہی ہے ۔ وہ بغداد کے افق کا ایسا چاند ہے جس کا انکار کرنے والے خود اس کی چاندنی کے بیکراں سمندر میں ڈوبتے چلے جا رہے ہیں، سوائے ان دو چار لوگوں کے، جن پر خدا نے بدنصیبی کی آخری دہلیز کا سجدہ لکھ دیا ہے ۔

زوالِ تہذیب کی ڈوبتی شام اور ابھرتا چاند:

غوث الوریٰ قدس سرہ جس عہد میں ابھرے وہ زوالِ تہذیب کی ڈوبتی شام کا آخری منظر دکھا رہا تھا ۔ مگر میں قربان جاؤں اُس " محی الدین " پر جس نے دینِ متین اسلام کو اِس شانِ دلربائی سے ایک نئی زندگی بخشی کہ میں اب صبحِ محشر تک ہر اک سو قطبِ جیلاں کے حصارِ عافیت میں دینِ حق کو سانس لیتا دیکھ رہا ہوں ۔ جب ولایت کی راہوں پر چلتے چلتے نگاہ سرک کر ماحول کی تاریکیوں سے ابھرتے تعفن اور آلودگی کے انبار پہ ٹکی تو کربِ ذات کی ساری سچائیاں غمِ کائنات میں ڈھل گئیں ۔ اور یوں محبوب سبحانی کا پیکر روحانیت ایک خالص سماجی تشکیل، دعوتی احساس اور تہذیبی نشو و نما کے آنگن میں جا اترا ۔

وہ جس کی ارجمندی بھا گئی چشم مشیت کو
ہوئی جس کے سپرد ایوان ملت کی نگہبانی

پھر غوثِ اعظم نے کمر ہمت باندھ لی اور آپ منشائے ربانی کے سانچے میں ڈھل کر دینِ مصطفوی کی تجدید و احیاء کے نئے آفاق تراشنے لگے۔ شخصیت میں جتنی ٹھنڈک، دھیرج اور کوملتا تھی وہ یک بیک دعوت و اصلاح کے ایک ایسے طوفان میں بدل گئی جس سے تہذیب کے سارے بہکے دریاؤں کے دل کانپنے لگے۔ ایک شبنمی وجود میں سورج کی چکاچوند ابھر آئی۔ ایک علم کا آبشار دیکھتے ہی دیکھتے حرکت و انقلاب کے سیل رواں میں ڈھل گیا۔ جمال بندگی کے سجدوں سے زمانے نے پھر دھیرے دھیرے غوثیت کا جلال اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ ابھرتے دیکھا۔ جہانِ معرفت کا باسی روش روش کو سنوارتے بڑی تیزی سے طریقت کی وادیوں اور شریعت کی سب رہگزاروں کو بالآخر صراطِ مستقیم کی دہلیز پر لا کھڑا کرنے میں کامیاب ہوگیا۔۔۔ اور یوں وہ بوڑھا نحیف جو صحرا میں اپنی دم توڑتی سانسیں گن رہا تھا، یکا یک شادابیوں میں ڈھلا اور ہرا بھرا درخت بن کر پھر سے لہلہانے لگا۔ یہی تو دینِ حنیف کا شجرِ آبدار تھا جس کی تاب و تواں سب کھو چکی تھی اور میراں محی الدین کے نفسِ گرم نے اسے پھر سے بحال کر دیا۔ ؎

برق تیغش خرمنِ الحاد سوخت
شمعِ دین در محفلِ ما بر فروخت

وہ کہکشاں جس کی دھول ہی تہذیب کا نکھار ہے:

دینِ حق کی ابدی صداقتوں کو رہتی دنیا پر ہر زمانے میں افق کی آخری بلندی پر تب و تاب لٹاتی شادابیاں برقرار رکھنے کے لیے جن نفوسِ قدسیہ کی مسیحا نفسی درکار رہے گی، ان کی قطار تو ایک نہ ختم ہوتے کارواں میں ڈھلی ہے۔ ایک ایسا کاروانِ عزیمت جس کی پہلی کڑی تو معلوم ہے آخری نہیں۔ پر اس کاروانِ خدمت کے سالاروں کا رنگ ہر عہد میں وکھراہی رہا ہے۔ کوئی صدیق اکبر کہلایا تو کوئی فاروق اعظم۔ کوئی ذوالنورین بن کر جگمگایا تو کوئی حیدر کرار بن کر ہاتھ

میں درِخیبر اٹھائے کھڑا ہے۔کوئی ریگزارِفرات کے خیموں سے پرے ۷۲ لاشے اپنے کاندھوں پر اٹھائے دینِ حق کا سورج اگا رہا ہے تو کوئی عمر بن عبدالعزیز کے روپ میں خلافت راشدہ کی قبائے زرنگار ایک عرصے بعد پھر دنیا کے سامنے لہرا رہا ہے۔کوئی ۱۷ سالہ نوجوان (محمد بن قاسم) اپنے مرکز سے ہزاروں میل دور باب الاسلام (سندھ) کی بنیاد اٹھا رہا ہے،تو کوئی جبل طارق کے کنارے پڑاؤ ڈالے واپسی کی کشتیاں جلا رہا ہے۔کوئی سائبیریا کے برفانی ساحلوں کی اَور (ہندی لفظ بمعنی سمت) بڑھتا چلا جا رہا ہے (قتیبہ بن مسلم) اور کوئی (عقبہ بن نافع) بحرِظلمات میں اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے پکار پکار کر کہہ رہا ہے:۔

" اے اللہ! اگر مجھے خبر ہو کہ حد نگاہ تک پھیلے اس سمندر سے پرے بھی کوئی خشکی کا ٹکڑا ہے تو میں تیری کبریائی کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں: تیرے محبوب محمد عربی ﷺ کی عظمتوں کا پھریرا لے کر دوڑتا وہاں بھی جا لہراؤں۔"

پھر وہ بھی تو ہے (صلاح الدین ایوبی) جو صلیب کے اندھے طوفان کی گرد میں پھیلے حد نگاہ تک ناچتے بدمست لشکروں کی یلغار الٹا کر قبلۂ اوّل بیت المقدس کو ان کی درندگی سے پاک کر رہا ہے۔اور یہ تو تھی جلالِ مصطفوی کی نمو۔جب ہم اسلام کی اجلی تصویر کے نکھار کا دوسرا رخ یعنی جمالِ محمدی کا پرتو دیکھتے ہیں تو جنید بغدادی، بایزید بسطامی، سید علی ہجویری، غوثِ اعظم جیلانی، معین الدین چشتی اجمیری، شہاب الدین سہروردی، بہاؤ الدین نقشبندی، شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہم اللہ تعالی ایسے جلیل القدر نفوسِ قدسیہ کے جگمگاتے پیکر افقِ روحانیت کی ساری وسعتوں کو اپنی النیلی کرنوں کے حصار میں لیے بیٹھے ہیں۔پھر یہی نہیں' بلکہ ایک اور افق بھی ہے نکھارِ تہذیب کا جو علم و دانش کے نہ ختم ہوتے کارواں امام مالک بن انس، امام اعظم ابو حنیفہ، امام محمد بن ادریس شافعی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور دیگر محدثین عظام امام شاطبی، امام قرافی، امام عزالدین بن عبدالسلام، امام غزالی، امام رازی، امام شعرانی، شاہ ولی اللہ دہلوی اور امام احمد رضا بریلوی رحمہم اللہ تعالی ایسے اکابرینِ دین اور اربابِ حکمت و بصیرت کی اجلی

پیشانیوں کی سُندرتا سے دمک رہا ہے۔

یہ تو ہے وہ کاروانِ عزیمت جس کے چند ناموں کی درخشانی کا عالم یہ ہے کہ مجھے لکھتے ہوئے 'اور امید ہے آپ کو پڑھتے ہوئے یہ نام خیرہ کر چکے ہیں' مگر یہ البیلا کارواں تو ایک ایسی کہکشاں ہے جس کی دھول بھی صدیوں اور نسلوں کے انگنت سلسلے اپنے حصار میں سمیٹے ہوئے ہے ۔پھر بھلا میں کیوں نا ں اپنے خانۂ دل کا سارا سرمایہ اس کاروانِ عزیمت کی دہلیزِ محبت پہ نچھاور کر دوں !!!!

اے غوث تیری شانِ زیبائی کے ہالے میں دنیا سمٹ رہی ہے:

میری سانسوں کا خراج پہنچے ان سارے اولوالعزم نفوس قدسیہ پر، جن کے جیون کی ہر ریکھا دینِ حق کے اجالوں کی نقیب ٹھہری ۔جن کے پوتر سینوں میں اک آگ بھری تھی ،نہضتِ دین (Religion Renaissence) کی جن کی البیلی پیشانیاں اپنی ہر ہر شکن میں نورِ حق کا بانکپن سمیٹے ہوئے تھیں ۔جن کی رفتارِ سفر میں پنہاں تھا خرام ناز ،اس رہوار کا جو بادِ صبا کے جھونکوں کی مانند شریعت وطریقت کی سب پگڈنڈیوں کو مہکاتا ،اجالتا چلا جارہا تھا ۔جن کے شعور و ادراک کی ہر پرت سے کھل رہے تھے انگنت دریچے ان پرلے جہانوں کے جو اس سے پہلے کسی تہذیب، کسی شریعت، کسی دین کے نصیبوں میں نہیں اترے۔

جی ہاں !یہ سب مقدس ہستیاں ہیں جو تاریخ کے مختلف ادوار میں اپنی قبائے رہبری اور شانِ مسیحائی سے دینِ حق کا آنچل سنوراتی ،اجالتی چلی آئی ہیں ۔میں ان سب کے قصرِ ناز کی دہلیز پر سلامِ عقیدت کا خراج لئے حاضر ہوا ہوں ۔مگر اے قارئین محترم !ذرا غور سے جھک کر دیکھئے گا میری جبینِ نیاز کا جو سجدہ سب سے زیادہ طویل ہو چلا ہے وہ شاید بلکہ یقیناً شہِ بغداد غوث الوریٰ کے آستانے پر مچلتا، رقص کرتا، وجد میں ڈھلتا، چار سو پھیلتا جا رہا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ آسمانِ روحانیت کے ماتھے پر دمکتے چاند ستاروں میں یہ اکیلا وہی تو آفتاب درخشاں ہے جس کے گرد اب رہتی دنیا سب ستارے محوِ گردش ،طواف میں ڈوبے رہیں گے ۔اے غوث الوریٰ !تیری شانِ

زیبائی کا منظر میں تو دنیا والوں کو دکھا نہیں سکتا۔ پھر کیا کروں، میری بے بسی ہی خامشی میں ڈھل کر تیری عظمتوں کے چاند اُگا سکتی ہے۔

اے شبستانِ حسن کے چاند! تو ہے جھومر دین حق کی اجلی پیشانی کا،جس پہ لکھی ہے تقدیر مسیحائی اب ہمیشہ کے لیے جہانِ روحانیت کی تو ہے وہ طلسم جسے ربّ نے کچھ ایسے بوقلموں کرشموں (کرامات) سے سجایا ہے کہ تیری ندرتِ علم و عمل سے حق کی تہذیب سدا ابھرتی، امنڈتی، پھیلتی اور جگمگاتی ہی رہے گی۔ تو ہے وہ شہزادۂ ختم الرسل، مولائے کل (ﷺ) جس نے غبارِ رہگزر کی دھند سے کچھ ایسے چاند ستارے اگائے ہیں جن کی فصل اب رہتی دنیا کائنات زندگی کو ہمیشہ ماورائی اجالوں کی درخشائی سے سیراب کرتی رہے گی۔ اے میرے غوث! تو زندگی کی رہگزر پہ نور کا ایک ایسا ہالہ ہے جس نے اپنی تابانیوں کے حصار میں لے رکھا ہے سب ولیوں، غوثوں، قطبوں اور ابدالوں کی روحانیت، کردار اور شخصی عظمتوں کو۔ جس کی دہلیزِ محبت پہ جھکی ہیں سب اہلِ عزیمت کی پیشانیاں۔ جس کی نسبتوں کا البیلا رنگ چڑھا ہے سب دین کے خدمتگاروں پہ۔ جس کی پیہم نوازشوں نے رم جھم پھوار برسائی ہے سب اہل طریقت کے حلقوں پہ۔ جس کے حضور صدیاں اور زمانے مل کر اپنی چاہتوں کا خراج لٹا رہے ہیں۔

آستانِ شہ بغداد پہ پلکوں سے میں دستک دوں:

پھر بھلا میں کیا اور میری بساط کیا؟ اس دل کے جذبے تو بس تیرے نام ہیں تیرے نام۔ میں خود کو تیری آغوشِ محبت میں سمو دینا چاہتا ہوں تا کہ تو مجھے اپنے آقا و مولا سید کونین رحمت دو عالم ﷺ کی بارگہِ بےکس پناہ میں اپنی طرف سے بطور نذرانہ پیش کر دے۔ کاش میں اس قابل بن سکوں اے میرے غوث الوری!

ہاں!! لیکن اگر تو چاہے تو مجھے قبول کر کے اس قابل بنا دے۔ چوروں کو قطب بنانا تو بڑی پرانی کرامت ہے تیری۔ یہ بجا کہ میں دنیا والوں میں سب سے برا ہوں، مگر یہیں پر تو چمکے گا تیری عظمتوں کا آفتاب۔ اور اسی کرم کی نگاہ سے تو ابھرے گی تیری شانِ غوثیت کی نرالی چھب۔

مجھ ایسے نابکار کو پاکیزگی کے سمندر میں نہلا کر ہی اے میرے غوث! تو اپنی کرامتوں کی معراج پہ جگمگائے گا۔ ہاں میں اپنا آپ تجھے سونپتا ہوں، مجھے قبول کر لے اے میرے نانا جان کے لاڈلے بیٹے!۔ اے صدیوں اور نسلوں کو پیہم سنوارنے، اجالنے اور نکھارنے والے شاہِ جیلاں، قطبِ عرفاں، غوثِ دوراں، محبوبِ سبحاں، پیرِ میراں، شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز!

قارئین محترم! الجھئے مت میرے اس اندازِ تحریر پر! میں کچھ دیر عالم بے خودی میں اپنے دل کے غوث، اپنے من کے تاجدار، شہ بغداد کے آستان محبت پہ اپنی پلکوں سے دستک دینے چلا گیا تھا۔ لیجیے اب واپس آ گیا ہوں پھر آپ سے ہمکلام ہونے کے لیے اور کہنا آپ سے بس یہ چاہتا ہوں کہ خدارا! آپ کسی بھی سلسلے سے وابستہ ہوں مگر غوث الوریٰ کی محبت اپنے دل میں ذرا بھی کم نہ ہونے دیجیے گا۔ غوث الوریٰ اس پوری کائنات کے برتر مقامِ محبوبیت میں جس افقِ اعلیٰ پر جگمگا رہے ہیں وہ انہیں براہِ راست حضور سید کونین رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص عنایتوں سے ملا ہے اور ساری دنیا والے اکٹھے ہو کر بھی لگے رہیں تو ان سے یہ مقام چھین نہیں سکتے۔

ہمہ گیر زوالِ امت اور غوث الوری کی شانِ احیاءِ دین:

ہوسکتا ہے کہ بعض قارئین کے ذہنوں میں یہاں کچھ تجسس ابھرے کہ آخر وہ کونسی خدمات ہیں غوث الوریٰ کی جو چودہ صدیوں کے تمام مجددین کی خدمات سے بھی یک گونہ شرف و امتیاز رکھتی ہیں؟ تو بات صحابہ کرام اہل بیت اطہار اور آئمۂ ھدیٰ سے ذرا ہٹ کر ہوگی کیونکہ وہ سب تو حضور غوث الوریٰ کے بھی محسن اور سرمایۂ افتخار ہیں مگر جب ہم ان تمام حالات کا معروضی تجزیہ کرتے ہیں جو غوث الوریٰ کے عہد میں عالم اسلام کے ایک افق سے دوسرے افق تک ہر سو پھیلے ہوئے تھے اور ان ناگفتہ بہ حالات کے تناظر میں اس حقیقی، دینی، سماجی اور تہذیبی انقلاب کی جِلد پر تیں الٹ کر دیکھتے ہیں جو میرے غوث الوریٰ کی خدمات سے بلا واسطہ اور بالواسطہ رونما ہوئیں تو کم از کم ایک گہرے شعور و احساس کی پرچھائیں میرے وجدان کے کینوس پر ضرور ابھرتی ہے جو بالآخر ہمیں غوث الوریٰ کی لازوال ملی خدمات کے اچھوتے پن اور یکتائی کی دہلیز پہ جھکائے بغیر

نہیں چھوڑتی ۔جی ہاں ایک واقعاتی منظر نامہ ہے جو غوث الوریٰ کی بے مثال خدمات کو احیاءِ دین کی و کھری امتیازی حیثیت دلا کر ہی رہتا ہے۔

ا۔شاہ جیلاں قدس سرہ کا عہد معتزلہ، باطنیہ، فلسفہء یونان، یونانی اور علم الکلام کی عقلیت پرست تحریک کے شدید اور گہرے اثرات کی گھمبیرتا میں ڈوبا ہوا تھا، یہی وہ فکری خلفشار اور روحانی ادبار ہے جس نے بالآخر عباسی سلطنت کو غارت کر کے رکھ دیا اور یہی وجہ ہے ایک معروف مستشرق ''ایچ اے آر گب'' اور دیگر یورپین مورخین نے اس عہد کو دنیائے اسلام کا تاریک دور شمار کیا ہے، ایسے میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے اپنی مسیحا نفسی سے دین حق کی آبیاری کی اور معاشرے کو ان فکری بحرانوں سے نجات دلائی، عقلیت و وضعیت سے بیزاری کا اظہار فرمایا اور اس کے تدارک کے لئے ''عشق الٰہی'' اور ''روحانیت اسلامیہ'' کے اصول اجاگر کئے، یوں آپ نے فلسفہ کی پیدا کی ہوئی ذہنی لامرکزیت کو قلبی کیفیات کے ذریعے دور کرنے کی طرح ڈالی اور اس تحریک کا فطری علاج یہی ہے۔

امام غزالی آپ کے معاصر تھے جو ایک مدت تک فلسفہ کا جواب فلسفہ سے دیتے رہے، چنانچہ تہافۃ الفلاسفہ اسی زمانے کی یادگار ہے مگر بالآخران کو بھی اسی راہ کی طرف مائل ہونا پڑا جیسے غوث الوریٰ ابتداء سے ہی اختیار کئے ہوتے تھے۔فقہ، تصوف، نبوت اور ولایت کے تمام مظاھر کی جو تعبیرات آپ نے پیش کی ہیں اور تسلیم و رضا کے جو مدارج خالص فکری، عملی اور روحانی تاثیر کے ذریعہ جس طرح اسلامی معاشرت میں آپ نے راسخ فرمائے وہ اسی دائرے سے تعلق رکھتے ہیں۔آپ کی وہ مشہور کرامت جس میں منصور ابن مبارک کو فلسفہ پڑھتے دیکھ کر کتاب لی اور اسے اپنے روحانی تصوف سے فضائل قرآن کی کتاب میں بدل کر فرمایا: ''اب اسے پڑھو۔'' درحقیقت اس معاملہ میں آپ کی شدید حساسیت اور احیاءِ دین کے مزاج کا پرتو ہے۔

۲۔غوث الوریٰ کا عہد اسلامی معاشرہ میں زوال فکر و عمل کی جن انتہاؤں کو چھو رہا تھا، ان کی ایک ہلکی سی پرچھائیں معتزلہ، قرامطہ، اسماعیلیہ اور روافض کے شدید متعصبانہ مظاہر اور تشدد پسندی

کی تیزی سے پھیلتی ہوئی لہر کے اثرات میں دیکھی جا سکتی ہے۔شیعیت کی بنیاد انکارِ صحابہ پر رکھی گئی ہے اور نتیجہ اس میں سنت نبوی کا بھی انکار کرنا پڑتا ہے،اس کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو روکنے کے لئے آپ نے اصل بنیاد سنت کی اتباع اور ساتھ ہی صحابۂ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مدح سے اپنے خطبات کو آراستہ کیا۔آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بہت سے شیعہ تائب ہو جایا کرتے تھے۔

مختلف گمراہ فرقوں کی تردید و اصلاح کے ساتھ ساتھ آپ نے درس و تدریس،افتاء اور وعظ وارشاد نیز اصلاح و تربیت کے ذریعہ مسلک اہل سنت کو تقویت بخشی،ابن المعانی کے بقول متبعینِ سنت کی شان آپ کی وجہ سے بڑھ گئی اور ان کا پلڑا بھاری ہو گیا۔حافظ زین العابدین تحریر فرماتے ہیں۔"غوث اعظم لوگوں کی ہدایت کے لئے تشریف لائے اور لوگ آپ کو ماننے لگے،اہل سنت کو آپ کی ذات سے تائید ملی اور اہل بدعت پسپا ہوئے۔"

۳۔غوث الوریٰ کے عہد میں بظاہر اسلامی تصوف کے سرچشمے خوب سیرابی لٹا رہے تھے مگر حقیقی طور پر اس سے پہلے ہی تصوف ایک شدید آزار میں ڈھل چکا تھا،کشف المحجوب کا زمانہ تو غوث الوریٰ سے پہلے کا ہے مگر اس سے کھلتا ہے کہ تصوف محض ایک نام اور رسم کی حد تک رہ گیا تھا، حقیقت مضمحل ہو چکی تھی غوث الوریٰ کے ہمعصر امام ابن الجوزی نے تلبیس ابلیس میں صوفیاء کی خرابیاں اچھی طرح آشکار کر دی تھیں۔صوفیاء اور علماء ظاہر کے مابین ایک جنگ اور تصادم کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔یہ وہ حالات تھے جن میں غوث الوریٰ نے عملی سرگرمیاں شروع کیں،جس طرح سرکار رسالت مآب ﷺ کی ذات پر تورات کی شریعت اور انجیل کی طریقت یکجا ہو گئی تھیں اسی طرح غوث الوریٰ پر شریعت و طریقت کا اجتماع ہو گیا تھا،آپ شریعت و طریقت دونوں کے رہبر تھے۔چنانچہ آپ نے طریقت و تصوف کی زبردست اصلاح کی،فنی اور اصطلاحی پیچیدگیوں سے ہٹ کر تصوف کو سادہ اور واضح اسلوب دیا اور تصوف کے ساتھ وابستگی کے راستے بھی عام آدمی کے لئے کھول دیئے۔طریقت اور خانقاہی تربیت کے نظام کو آپ نے بے پناہ وسعت اور

تازگی بخشی اور نظم وضبط کے با قاعدہ آہنگ میں پرو دیا ،غوث الوریٰ کی زندگی میں آپ کا جاری کردہ طریقہ قادریہ لاکھوں نفوس کو فیض یاب کرچکا تھا یوں آپ نے معاشرے میں روحانیت کی عام سطح بلند کردی اور ملت اسلامیہ کا اصل متصوفانہ مزاج بحال کردیا۔

۴۔غوثِ اعظم کی پیدائش سے قبل دنیائے اسلام پر زوال وانحطاط کے کا عمومی دور شروع ہو چکا تھا اگر چہ بظاہر اسلامی سلطنتوں کے اقتدار کا سلسلہ اندلس سے ہندوستان تک پھیلا ہوا تھا مگر اندرونی طور پر پر حالات نہایت خراب و ناگفتہ بہ تھے ۔خلافتِ عباسیہ کی سیاسی مرکزیت چوتھی صدی ہجری میں مفلوج ہو کر رہ گئی تھی تا ہم خالص تہذیبی اور ثقافتی نکتہ نظر سے دارالخلافہ بغداد کا رنگ وروپ قائم تھا ،مغربی ایشیا کی یہ عظیم سلطنت مختلف آزاد ریاستوں میں منقسم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھی ۔اُدھر اندلس میں اموی حکومت مرکزی حیثیت ختم ہو چکی تھی ۔یورپ کی عیسائی حکومتیں موقع کی تاک میں تھیں کہ مسلمانوں کو ختم کر کے اپنی حکومت قائم کریں ۔افغانستان اور ہندوستان کے تمام مغربی علاقوں میں محمود غزنوی کے جانشینوں کا زوال شروع ہو چکا تھا اور ہندو راجے مہاراجے ہزار سالہ شکستوں اور ذلتوں کا انتقام لینے کے لئے صلاح مشورے کررہے تھے ۔مشرقِ وسطی میں ہر طرف ابتری چھائی ہوئی تھی ،بیت المقدس پر عیسائیوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد صلیبی عراق و حجاز پر حملے کی تیاریوں میں مصروف تھے ۔گویا مسیحی دنیا کی متحدہ قوت مسلمانوں کو مٹا دینے پر تلی ہوئی تھی ۔۔۔مصر میں سلطنتِ باطنیہ (فاطمی) جسے سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں دولتِ خبیثہ کے نام سے پکارا ہے الحاد اور بے دینی کے نظریات پھیلا رہی تھی ۔یہ تمام حالات وواقعات حضرتِ شیخ کی نظروں میں تھے ،انہوں نے مسلمانوں کے باہمی افتراق و انتشار اور خانہ جنگی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور محسوس کیا ،اُن کا وجود خواہ اِن حالات وواقعات سے علیحدہ اور دور رہا لیکن اپنے شعور واحساس کے ساتھ وہ اِس آگ میں جل رہے تھے ،شیخ کا یہ اِحساس اِس جذبے میں تبدیل ہو جاتا ہے کہ عالمِ اسلام کے مرکز بغداد میں کھڑے ہو کر کم از کم ایک صدائے دردتو بلند کی جائے ۔ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے دیواریں پے درپے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد بکھری جاتی ہے۔ اے باشندگانِ زمین! آؤ جو گر گیا ہے اُس کو مظبوط کر دیں۔ جو ڈہ گیا ہے اُس کو درست کر دیں، یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی سب ہی کو مل کر کرنا چاہیے۔ اے سورج! اے چاند! اور اے دن تم سب آؤ۔''

شیخ صرف پندو نصیحت اور ترغیب و تشویق ہی پر اکتفا نہیں فرماتے تھے۔ جہاں ضرورت سمجھتے بڑی صاف گوئی اور جرات کے ساتھ قومی احتساب کا فریضہ بھی انجام دیتے۔

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ شہِ جیلان اور آپ کے بلاواسطہ و بالواسطہ فیض یافتگان کی کوششوں سے نہ صرف دینِ اسلام میں نئی زندگی نمودار ہوئی بلکہ اس کی روحانی قوت دفاع اس حد تک بیدار و استوار ہوگئی کہ جب ساتویں صدی کے آغاز میں تاتاریوں کی قیامت خیز یلغار سے اسلامی سلطنتوں کی اینٹ سے اینٹ بج رہی تھی تو ظاہری حالات کے تقاضوں اور عام توقعات کے برعکس اسلام کا چراغ گل ہونے کی بجائے نہ صرف روشن رہا بلکہ صرف ۲۵ برس کے اندر اندر یعنی ۶۸۰ھ تک خودان غارت گروں کو اپنا حلقہ بگوش بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس سلسلہ میں ہلاکو کے بیٹے تگودار کا قبولِ اسلام سلسلۂ قادریہ کے ایک خراسانی بزرگ کی کوششوں کا نتیجہ تھا:

خاکِ بغداد از دمِ او زندہ گشت
صبح ما از مہرِ او تابندہ گشت

عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

۵۔ غوث الوریٰ کے عہد میں معاشی اور عمرانی نظام مفلوج ہو چکا تھا۔ عمرانی، معاشی اور معاشرتی ادارات میں تغیر و اختلال برپا ہو گیا تھا۔ معاشرہ میں نسلی تعصبات اور طبقاتی امتیازات نے عام سیاسی، سماجی اور معاشی زندگی میں افتراق و انتشار کے مہیب سائے پھیلا دیئے تھے۔ جوں جوں مسلمانوں کے اندر اسلامی روح کم ہوتی گئی، قومی منافرت پھیلتی گئی۔ بغداد کے بین

الاقوامی معاشرے، مختلف تہذیبوں کے سنگم سے جو سماجی اور عمرانی نظام ابھرا اس میں عجمی مفاسد کا غلبہ تھا۔ دولت و امارت کے دوش بدوش غربت و افلاس کے المناک مناظر بھی پھیلے ہوئے تھے۔

ادھر فقہاء نے حرفیت پرستی کو اپنا لیا اور عوام کے اندر احکام شرع کی بجا آوری میں اخلاص عنقا ہو گیا اور لفظ قانون کی پیروی پر اکتفاء کر لیا تو سیرت زوال کا شکار ہو گئی۔

اِس ہمہ گیر زوال سیرت کے اثرات انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبے کے اندر پھیلتے چلے گئے۔ دین کی گرفت ذہن و کردار پر ڈھیلی پڑتی چلی گئی، دولت کی فراوانی، گناہ کی لذت، عیش و عشرت کی رنگینی سے معاشرہ کے ہر طبقے میں اخلاقی انحطاط کا رنگ چھا گیا اور اس کی شدت سے احتیاج محسوس ہوئی کہ امت کو زوال سیرت سے نکالا جائے۔ حضور غوث الوری نے ان روبہ تنزل عمرانی حالات کی اصلاح کے لیے ایک مثالی جدوجہد کا نظام استوار کیا۔

آپ نے ایک منظم خانقاہی نظام سلسلہ قادریہ تشکیل دیا اور عملی تربیت کے ذریعے روحانی واردات کی تحصیل ہر فرد کے لیے ممکن بنا دی۔ فسق و عصیاں کی پھیلتی لہروں کا علاج آپ نے تقویٰ ، تزکیہ اور خوفِ خدا کی تعلیم و تلقین سے کیا۔ بغداد کی بیشتر آبادی نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی اور پارسائی کی زندگی اختیار کی۔ آپ نے خود ایک بار فرمایا کہ ایک لاکھ سے زائد فاسق و فاجر میرے ہاتھ پر توبہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ آپ کی کوششوں سے وہی بغداد جو کچھ عرصہ پہلے گناہ کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چھپا ہوا تھا، مینارۂ ہدایت بن گیا۔ اس طرح دین میں از سر نو جان پڑ گئی اور وہ زندہ ہو گیا اور یوں آپ "محی الدین" کہلائے۔

۶۔ یہ تھا وہ ہمہ گیر ملی، روحانی انقلاب، جو غوث الوری قدس سرہ نے اسلامی معاشرے میں برپا کیا۔ اِس سلسلہ میں آپ نے حسب ذیل تدابیر اختیار فرمائیں:

الف۔ تعلیم و تدریس، افتاء اور وعظ و ارشاد کے ذریعے غوث الوریٰ نے معاشرہ کا سارا ماحول ہی بدل کر رکھ دیا۔ شیخ کے خطبات پہاڑی کے وعظ کی طرح اثر آفرینی کے اعتبار سے ایک عجیب خصوصیت رکھتے ہیں۔ ان میں زورِ بیان کے ساتھ حقائق و معارف کی دلگدازیت پورے حسن و

جمال کے ساتھ موجود ہے۔آپ کے کلام میں بیک وقت شوکت وعظمت بھی ہے اور دلآویزی و حلاوت بھی۔آپ کے خطبات کا ایک ایک حرف دل سے نکلتا اور دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ایک متعصب مستشرق پروفیسر مارگولیتھ کو بھی آپ کے وعظ وخطبات کے پرتاثیر ہونے کا اعتراف کرنا پڑا۔چنانچہ اس سلسلہ تبلیغ کے اثرات عظیم اصلاحی تحریکوں سے بڑھ کر ہوئے۔ ہر مجلس میں مشرف بہ اسلام ہونے والوں اور بے عملی سے تائب ہونے والوں کا تانتا بندھ جاتا۔ چالیس برس میں لاکھوں نفوس آپ سے براہِ راست مستفید ہوئے۔

آپ کے ایک ممتاز شاگرد عبداللہ جبائی بیان کرتے ہیں کہ آپ کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہو کر ایک لاکھ سے زائد لوگ "جو فسق وفجور میں مبتلا تھے" نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور ہزارہا (بروایت دیگر ۵۰۰۰ سے زائد) یہودی ونصرانی دولتِ اسلام سے سرفراز ہوئے۔

ب۔ شیخ کی پوری زندگی طالب علمی سے لے کر آخر تک ایک مکمل تحریک، ایک پیغام اور ایک عملی نمونہ ہے۔آپ نے اپنے عمل اور اخلاق کے ذریعے لوگوں کی زندگیوں پر براہِ راست اثر ڈالا۔

ج۔آپ نے نظام خانقاہی کے ذریعہ عوام کی تعلیم وتربیت اور تزکیۂ نفس وتصفیہ اخلاق کا کام انجام دیا اور عالمگیر پیمانے پر سلوک قادری کی تدوین اور سلسلۂ قادریہ کی تنظیم فرمائی۔

د۔مبلغین اور داعیوں کی پوری جماعتیں تربیت وتیاری کے بعد دور دراز کے علاقوں میں بھیجیں آپ جانتے تھے کہ حروف ونقوش کی بہ نسبت زندہ نفوس کے ذریعہ اصلاح وفروغ دین کا طریق انبیائی طریق دعوت ہے اور سب سے مؤثر اور فعال طریق بھی یہی ہے۔

غوث الوری نے تبلیغ دین کے لیے فاصلے سمیٹ دئے:

آپ نے روحانی قوت سے کام لے کر تبلیغ واشاعت کا ایک وسیع نظام قائم کر دیا۔دنیائے اسلام کے بیشتر صوبوں اور ملکوں میں تبلیغی شاخیں قائم کر کے اِن کی نگرانی صاحب زادہ عبدالجبار کے سپرد کر دی۔اپنے تربیت یافتہ خلفاء اور مریدین کو دور دراز جا کر اشاعت اسلام کا حکم دیا۔ آپ ان مبلغین کو رخصت کرتے وقت فرماتے:"ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم دین اسلام کی روشنی ان

تاریک علاقوں تک پہنچائیں۔ جہاں کے لوگ اسلام کی برکت سے محروم ہیں اور اسلام کے روحانی ورثے کو چھوڑ چکے ہیں۔ ان کی خرابی اور بدنصیبی کو دور کرنے ،اوران کی اصلاح کا میں نے پکا ارادہ کرلیا ہے۔

بیرونی دنیا میں تبلیغ دین کا کام آپ نے بنفس نفیس جا کر بھی انجام دیا اور مبلغین بھیج کر بھی۔ ہم یہاں اس کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کریں گے۔

بنفسِ نفیس تبلیغ:

۱۔ اہل مراکش کے تذکروں میں آتا ہے کہ غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ مراکش بھی تشریف لائے اور وہاں سے آپ نے افریقہ کے بہت سے ملکوں میں اسلام کی تبلیغ کے لیے مشن بھجوائے۔

۲۔ الجزائر کے ساحلی پہاڑوں میں بسنے والے تمام مظاہر پرست قبیلوں کے لوگ آپ ہی کے دستِ مبارک پر مسلمان ہوئے تھے۔

۳۔ طرابلس الغرب کے قدیم رومن شہنشاہوں کے بچے کھچے خانوادے آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

۴۔ جنوب اور مشرقی مصر میں پرانے فراعنہ مصر کے خاندانوں کے بادیہ نشین قبائل کو آپ بنفس نفیس جا کر مسلمان کیا۔ کرد جیسی جنگجو قوم آپ ہی کی کرامت سے مسلمان ہوئی۔

۵۔ بحرالہند کے جزائر سراندیپ اور مالدیپ میں بھی اسلام آپ ہی نے پھیلایا۔ ان علاقوں میں جگہ جگہ بلند مقامات پر اب تک آپ کے قیام کرنے کی جگہیں چلہ گاہ کی صورت میں باقی ہیں اور یہاں کے لوگ آپ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔

۶۔ انڈونیشیا کے جزائر سماٹرا میں بھی آپ کے تشریف لے جانے کی روایات ملتی ہیں۔

۷۔ افغانستان اور اس کے قرب وجوار میں آپ کی تعلیم سے ایک زبردست انقلاب آیا اور بے شمار بدھ لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

تبلیغی مشن:

آپ ضرورت کے مطابق مختلف علاقوں میں اپنے شاگردوں اور خلفاء کو مبلغین کی حیثیت سے متعین فرماتے۔ آپ کے فیض یافتہ مبلغین دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل گئے اور اپنی تبلیغ و ہدایت سے لاکھوں بندگانِ خدا کو گمراہی کے گرداب بلا سے نکالا۔ ایک ہلکی سی جھلک ملاحظہ ہو:

۸۔ وسطی ایشیاء کی حدود چین تک پھیلی ہوئی بیشتر قومیں آپ کے عظیم روحانی انقلاب سے اسلام میں داخل ہوئیں۔

۹۔ مشرقی یورپ میں البانیہ اور دیگر علاقے آپ کے مشن کے ذریعہ مسلمان ہوئے۔

۱۰۔ حد تو یہ کہ افریقہ کے ریگستانوں تک میں قادریہ سلسلہ کی خانقاہیں قائم ہوئیں اور اس طرح افریقہ کے لاکھوں انسان سلسلۂ قادریہ کے روحانی دائرے میں داخل ہو گئے اور انہوں نے اس تحریک کی بدولت ہدایت پائی۔

۱۱۔ الجزائر کے پہاڑی علاقوں میں آپ نے تبلیغی مشن بھجوائے، جنہوں نے بڑی جانفشانی سے اشاعت دین کا کام کیا۔

۱۲۔ مغربی افریقہ میں آپ کے خلفاء نے سوڈان سے نائیجیریا تک اسلام پھیلایا۔ دوسرے سلسلے کا روحانی دائرہ سینگال، گمبیا، پرتگال، گینیا اور فری ٹاؤن کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے۔

۱۳۔ مشرقی سوڈان میں قادریہ سلسلہ کی ابتداء دسویں صدی ہجری میں حضرت تاج الدین ؒ نے کی تھی۔ اس سلسلہ کی روحانی تعلیم کا کام مشرقی افریقہ کے ساحلی ممالک، وسطی افریقہ اور جنوبی افریقہ میں بھی ہوتا رہا۔

۱۴۔ انڈونیشیا کے جزائر میں آپ نے بے شمار مبلغین اور تبلیغی مشن بھیجے۔ مغربی سماٹرا کے شہر پاڈانگ میں جو مشہور ولی حضرت برہان الدین ؒ کا مزار ہے۔ آپ ہی کے مامورین میں سے تھے جنہوں نے عہد قدیم میں پہنچ کر علاقہ کے بدھ بادشاہ کو مسلمان کر کے سماٹرا میں لاکھوں انسانوں کو کلمہ توحید پڑھایا تھا۔

۱۵۔ جزیرہ جاوا میں "سمبیلان سلونان" (نو اولیاء اللہ) کے مزارات ہیں، یہ سب غوثِ پاک قدس سرہ کے سلسلۂ قادریہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے ہاتھ پر ہندو، بدھ، راج اپنی رعایا سمیت مسلمان ہوئے تھے۔

۱۶۔ مغربی جاوا کے شہر چریبون میں حضرت شریف ہدایت اللہ ؒ کا مزار ہے۔ مشہور ہے کہ آپ سیدنا غوث اعظم کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ نے جاوا کے علاوہ اور دوسرے بہت سے علاقوں میں اسلام کی تبلیغ کی۔

۱۷۔ اسی طرح غوثِ اعظم نے اپنے بعض فرزند اشاعت و تبلیغ اسلام کے لیے اطراف سندھ اور نواح بلوچستان میں بھجوائے۔ اگرچہ ان علاقوں میں اسلام آچکا تھا مگر کثرت سے اسلام پھیلانا آپ کی روحانی مساعی سے آپ کے فرزندوں کا کارنامہ ہے۔ چنانچہ آپ کے ایک فرزند حضرت شیخ عبدالوہاب جیلانی ؒ کا مزار موجودہ شہر حیدرآباد سندھ کے شاہی قلعہ کے بالکل مقابل میں اب تک مرجع خلائق ہے۔

۱۸۔ آپ نے اپنے گیارہ فرزندوں میں سے صرف ایک شاہ عبدالرزاق کو اپنے پاس رکھا اور باقی دس کو علم و فضل اور روحانیت میں کامل کر کے دنیا کے مختلف ممالک میں اشاعت دین پر مامور کر دیا۔

۱۹۔ شیخ نے اپنے فیضان سے تبلیغ اسلام کے لئے بڑے بڑے اولیاء اللہ تیار کیے۔ چنانچہ خواجہ اجمیری ؒ، شیخ شہاب الدین سہروردی ؒ وغیرہم نے آگے چل کر تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ جو سب آپ ہی کا فیضان ہے۔

الغرض آپ کی تبلیغ نے اسلامی تاریخ میں اشاعت دین کا ایک شاندار باب کھولا ہے۔ جس کے اثرات صرف بغداد یا عراق تک محدود نہ رہے بلکہ عالمگیر حیثیت اختیار کر گئے۔ آپ کو اسی لئے غوثِ اعظمؒ کہا جاتا ہے کہ دورِ صحابہ سے متاخر زمانوں میں ائمہ اسلامیات کے بعد آپ کی اسلامی خدمات سب سے بڑھ کر ہیں۔ آپ ہماری تاریخ کے اِس نازک دور میں ظاہر ہوئے۔ جب سیاسی اضمحلال کے باعث علمی، فکری اور معاشرتی و دینی طور پر مسلمانوں میں باطل کے

اثرات رچ رہے تھے۔آپ نے ان حالات میں اشاعت دین کا عزم دل میں پیدا کیا۔اس کے لئے تیاری کی اور پھر ساری زندگی اس محبوب مقصد میں صرف کر دی۔آپ " محی الدین" کہلاتے ہیں اور دین کا احیاء نبی مرسل یا اس کے کامل ترین نائب کے بغیر ممکن نہیں۔اگر چہ رسالت مآب نے ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد کے ظہور کی نشاندہی فرمائی ہے،مگر تجدید اور احیاء میں ایک نمایاں فرق ہے۔مجددین کی فہرست میں بہت سے حضرات کے اسمائے گرامی پائے جاتے لیکن " محی الدین" کا لقب صرف آپ کے ساتھ خاص ہے کہ احیائے دین کا اہم ترین فریضہ آپ ہی سے انجام پایا۔

امت پر اولیاء کے عظمتوں کے پیانے چھلک رہے ہیں:

غوث الوریٰ کی زبان سے بے ساختہ ابھرنے والا یہ اعلان:" **قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ**" دراصل اسی مقام محبوبیت کی طرف اشارہ تھا۔سادہ لفظوں میں اس کا مفہوم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ولی کے دل میں میری محبت انڈیل دی ہے۔میں سب ولیوں کا محبوب ہوں،اب جسے بھی ولایت کا کوئی منصب،کوئی مقام درکار ہے وہ اپنے سینے کو میری محبت سے بھر لے اور خدا کی بارگاہ سے مقامِ ولایت کی رفعتیں لے لے۔

"**رقبۃ کل ولی اللہ** " کی تعبیر دوسروں کی شان وعظمت اور مقام و منصب کی بلندیوں کا اظہار ہے۔ہر ولی کی گردن سے مراد ان کا مقام عظمت اور منصب خدمت دین ہے۔ یعنی ہر ولی بہت سی رفعتوں،بلندیوں اور عظمتوں سے بہرہ ور ہے۔انگنت اولیاء اللہ ہیں اور انگنت ہی ان کی عظمتوں کے افق۔ہر ولی کسی نہ کسی بلند مقام کی جلوہ گاہوں میں اپنے لئے سرور و کیف کے اجلے پیانے چھلکتے دیکھ رہا ہے۔

غوث الوریٰ کی نظروں میں یہ سارے افق اپنی ہر امتیازی شان کے ساتھ پوری طرح جھلملا رہے ہیں۔وہ چشم بصیرت کی رعنائیوں میں میں ہر عہد کے اولیاء کرام کی سندرتا لئے ہوئے ہیں،ان کا مزاج دینِ حق کی وسعتوں کا دھنک رنگ نکھار اپنی نسبتوں کے کینوس میں پروئے

ہوئے ہے۔وہ جس مقامِ غوثیت کے عرش رفیع پر متمکن ہیں، یہ خود اسی کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے حلقۂ نکھار کے سب دائروں سے جڑے اولیاء کرام کی رفعتیں اجالنے کا اہتمام کریں۔شانِ غوثیت کی ساری عظمتیں ان اولیاء کرام کے مقام و کردار کو اجالنے سے آشکار ہوئی ہیں۔سورج کی چمک ہمیشہ چاند ستاروں کی رعنائی سے نمایاں ہوتی ہے، جب تک کہکشاں کی بزم نہ سجے، کیونکر کھلے کہ بزم کا دولہا کہاں سجا بیٹھا ہے۔پس یہ ہے وہ منظر جس کے آئینے میں حضور غوث الوریٰ کا یہ اعلان :((**قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی للّٰہ**)) اپنی معنویت اجالتا ہے۔"

"**رقبۃ کل ولی اللّٰہ**" ہر ولی کی جداگانہ شان ولایت کا استعارہ ہے۔گویا ہر ولی کا مقام خاص اس کی "**رقبۃ**" ہے۔اور ہر "**رقبہ**" کا نکھار دوسروں سے الگ اور یکتا ہے۔کوئی ولی خدا کے ہاں بے وقعت نہیں اور کسی ولی کی شانِ زیبائی کا انکار غوث الوریٰ کے اس فرمان سے نہیں ہوا۔اور ہوتا بھی کیسے، جبکہ یہ فرمانِ غوثیت اپنے آہنگ میں دوسروں کی عظمتیں اجالنے کا مزاج لئے ہوئے ہے۔غوث الوریٰ نے یہ فقرہ کہا ہی اس لیے ہے تاکہ آپ کی زبان حق ترجمان سے کل عالم کے اولیاء اپنی اپنی عظمتوں کی تاریخی سند دنیا والوں پر ثبت ہوتی دیکھ لیں۔

غوث الوریٰ ندائے حق ہیں، اور یہ ندائے حق اس لئے بجی ہے کہ ہاتف کی پکار کے طور سے کاروانِ ولایت کے ہر ہر فرد کی شان تقدیس کا ابدی اعلامیہ صحرائے زیست کی اجلی فضاؤں میں ہمیشہ کے لئے نقش کر دے۔اور پھر اس کے ساتھ ہی مقامِ غوثیت کا تابناک چہرہ دنیا والوں کے سامنے جھلملانے لگے۔((**قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی للّٰہ**)) میں ایک نہیں، دو اعلان جگمگا رہے ہیں، ایک ہر ولی کی عظمتوں کا اعلان اور دوسرا مقامِ غوثیت کی انمول رفعتوں کا اعلان۔

اور قارئین محترم یہیں پر جان لیجئے کہ حضور غوثِ اعظم نے یہ اعلان (**قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی للّٰہ**) نہ اپنے زورِ پندار میں کیا ہے اور نہ عالم سکر میں؛ بلکہ خالص مشیتِ الٰہی کے آئینے میں ابھرتے شعور منصب اور احساسِ حقیقت کے تحت کیا ہے۔اب یہ خدا کی مرضی کا فیصلہ ہے کہ سارے ولیوں پر آشکار کر دیا جائے کہ اُن کی رفعتوں کا پھریرا غوث الوریٰ کی

چاہت ومحبت کی البیلی ہواؤں میں لہرائے گا۔

غوث الوریٰ کا پرچم محبوبیت کا پرچم ہے اور یہ پرچم ان کے ہاتھ میں خود سید کونین ﷺ کی شانِ محبوبیت نے دیا ہے۔ غوث الوریٰ کی محبوبیت پرتو ہے خود حضور اکرم ﷺ کی شانِ محبوبیت کا۔ جو تجلی شہ جیلان پر اتری ہے وہ حضور سید عالم ﷺ کی شان محبوبیت کی تجلی تھی۔ اس لئے غوث الوریٰ کو ساری دنیا کے ولیوں کا محبوب بنا دیا گیا۔ اسی لئے خود فرمایا:

و کل ولی له قدم و انی　　　　علی قدم النبی بدر الکمال

"یعنی ہر ولی بے شک کسی نہ کسی پیغمبر کے نشان قدم سے اپنے لئے جگمگاہٹ لے رہا ہے۔ اور میں ہوں کہ میری ذات اس شرف سے بہرہ ور ہے کہ سید کونین محبوب خدا ﷺ کے نشانِ قدم کی جگمگاہٹوں کا فیض میرے حصہ نصیب میں اترا ہے۔ میرے آقا و مولا ﷺ ہر کمال کا آخری اجالا ہیں اور میں اس اجالے کی دہلیز سے اپنے لئے غوثیت کی کرنیں سمیٹ رہا ہوں۔"

قارئین محترم! تقدیس ولایت کے سارے افق یوں تو اپنے اندر بے شمار رعنائیاں سمیٹے ہوئے ہیں مگر جو افق میرے غوث الوریٰ کے حصہ میں آیا، اس کی ندرتوں کا کیا کہنا؟ محبت جس رہگور پہ چلتی ہے وہاں عظمتیں ہی عظمتیں ابھرتی چلی جاتی ہیں اور غوث الوریٰ کے حصہ میں انہی محبتوں کا نکھار اترا ہے۔ ان کے وجود کا سانچہ ہی محبوبیت کے خمیر سے اٹھایا گیا ہے۔ وہ محبوب کبریا ﷺ کے نقش قدم کی رعنائیوں سے اپنے لئے سرمایۂ زیست اور فیضانِ ولایت کی کلیاں چن رہے ہیں اور آپ خود ہی سوچ لیجئے اے میرے قارئین محترم! کہ جس شخص کے کاسۂ ولایت میں سید الانبیاء محبوبِ دو جہاں ﷺ کے قدموں کی خیرات برس رہی ہے، اس کے مقام روحانیت کی بلندی اور اس کے جیون کی ثروت کا شیرازہ کن اجلی کہکشاؤں کے سنگھم میں ڈھلا ہو گا۔ جی ہاں! یہ ہے میرا غوث جلی، میرے بغداد کا یکتا ولی جو روحانیت کے سدرۃ المنتہیٰ پہ درخشاں حضرت سید کونین رحمت دو عالم ﷺ کے نعلین پاک کی پرچھائیں چوم رہا ہے اور اسی ایک

بوسۂ نعلین مصطفیٰ ﷺ کی خیرات نے اسے ولیوں کے کارواں کا غوث بنادیا ہے۔

اب یہ بات واضح ہے کہ دو میں سے ایک کام ہوگا: جو کوئی سچا ولی ہوگا وہ غوث الوریٰ کی محبت سے ضرور سرشار ہوگا ورنہ اس کی ولایت مشکوک ہوگی۔ یہ فیصلہ تقدیر کے ابھرے ہوئے نشانوں میں اپنی جھلملاہٹ بکھیرتا محسوس ہو رہا ہے۔ خدمتِ دین کے لاکھوں افق خدا کے ولیوں نے سجائے ہیں اور ہر افق کو اس ولی کی گردن سے تعبیر کیجیے تو غوث الوریٰ نے خدمت و احیاءِ دین کا جو یکتا افق اُجالا ہے وہ سارے ولیوں کے آفاق سے برتر دکھائی دیتا ہے اور سب پر چھایا ہوا، محیط اور حاوی بھی۔ اور یہی ہے معنی اس فقرے (**قدمی ہٰذہ علی رقبۃ کل ولی للّٰہ**) کا۔

احیاءِ دین کی رعنائیاں ایک ہی اجلے ماتھے پر جگمگائی ہیں:

یہی وجہ ہے کہ دین کے مجدد دین ہر صدی میں آتے رہے مگر "محی الدین" یعنی دین کو زندہ کرنے والا چودہ صدیوں میں صرف ایک ہی آیا ہے۔ پس "احیاءِ دین" کا منصب صرف ایک ہی نکلا ہے تاریخ اسلام میں اور اس منصب کی رعنائیاں صرف ایک ہی شخصیت کے اجلے ماتھے پر جگمگائی ہیں۔ وہی ہے غوث الوریٰ جس کا قدم خدمتِ دین میں سارے ولیوں، غوثوں اور قطبوں کی خدمات دین کے آفاق یعنی گردنوں سے اوپر، فائق اور بلند تر ہے۔ سب دنیا کے ولیوں کی گردنیں خدمت دین کے دائرے میں نیچے رہ گئیں ہیں اور غوث الوریٰ کا قدم بہت بلندی پر جا کے ٹھہرا ہے۔ جہاں ان اولیاء اللہ کا کام اپنی غایت کے نقطۂ عروج پہ جا دمکتا ہے وہاں سے اوپر بہت ہی اوپر ہے ابتداء میرے غوث الوریٰ کے کام یعنی احیاءِ دین کی۔ یہ نصیبہ ہر ایک کے لئے خود ربّ ذوالجلال نے لکھا ہے اور اس پر کسی ایک بھی ولی سے الجھنا خود رب تعالیٰ سے الجھنا ہے جو کبھی کسی کو راس نہ آئے گا۔

فیضانِ رسالت کے حسنی اور حسینی دھاروں کا سنگم

دیکھیے حضور سید کائنات ﷺ کی ذاتِ گرامی سے برکت، نسبت، روحانیت، علم، عمل، اخلاق، کردار، عظمت، فضیلت، اقدار، تہذیب تمدن، ریاست، ادارت، شخصیت ذات، سیرت

اور بلوغت و رسالت کے فیضان کی جتنی بھی صورتیں کائنات کو میسر آئیں، وہ دو ہی راستوں سے امت تک پہنچیں: ایک صحابہ کرام اور دوسرے اہلبیت اطہار۔ صحابہ کرام کو فیضانِ رسالت تقسیم ہوا جبکہ فیضانِ ذات صرف اہلبیت کے حصے میں آیا۔ ہاں اہلبیت کو فیضانِ رسالت بھی عطا ہوا۔ اس لحاظ سے اہلبیت کی نسبت یقیناً صحابہ کرام سے فائق و برتر اور افضل ہے۔ ان کے پاس فیضانِ محمدی کے دونوں سلسلے اپنے پورے قدرتی بہاؤ (Natural Flow) کے ساتھ موجود ہیں جبکہ فیضانِ ذات کا تعلق صرف نسب سے ہے اور یہ جینیاتی وراثت (Genetic heretity) کی راہ سے بٹتا ہے۔ یہ نسبی فیضان سراسر اہلبیت کرام کا نصیبہ تھا اور انہی کے ذریعہ امت تک پہنچا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اہلبیت کرام سے یہ فیضان امت میں کس طرح تقسیم ہوا اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔ بارگاہِ رسالت سے یہ فیضان سیدۂ کائنات حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو عطا ہوا اور ان کی اولاد میں دونوں صاحبزادوں حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے ذریعہ آگے تقسیم ہوا۔ اس طرح فیضانِ مصطفوی کے دو دھارے وجود میں آئے: ایک حسنی اور دوسرا حسینی۔ صدیوں تک ولایت، روحانیت، علوم و معارف، اسرارِ حقیقت اور شعورِ قدسی کا سارا فیضان انہی دو دھاروں میں بٹ کر آگے پھیلتا، بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ کچھ طبقے، علاقے، خطے اور سلسلے فیضانِ اہلبیت کے ایک دھارے (حسنی) سے سیراب ہوئے اور کچھ دوسرے دھارے (حسینی) سے تا آنکہ ربِّ ذوالجلال کی مشیت نے اس اہتمام کو نیا رنگ، نیا آہنگ عطا فرمایا اور وہ یہ تھا کہ اب قیامت تک کائناتِ فیضانِ محمدی کو ایک وحدت (Unification) کے نقطے میں سمیٹ دیا جائے۔ جس طرح تکوین و تخلیق کے سارے سلسلے کثرت میں وحدت (Unity in Diversily) کا آہنگ لئے ہوئے ہیں اور آج بالآخر جدید ترین طبیعیاتی سائنس اس نقطہ پر آ پہنچی ہے جہاں سلام وائن برگ تھیوری (Salam wineberg theory) کے ذریعہ کم وبیش یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ پوری کائنات میں ساری قوتیں اصل میں ایک ہی قوت کے مختلف روپ ہیں۔ اس تصور کو جدید اصطلاح میں (Unification of

(physics)یا دوسرے الفاظ میں(Grand unified theory)سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسی طرح تشریع، تمدن، تہذیب اور روحانیت کے تمام علمی، عملی، فکری اور باطنی تمام مظاہر بالآخر ایک ہی فیضان کے سلسلے میں آ کر سمٹ گئے ہیں۔ آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش انبیاء کرام بہت سی تہذیبیں، تمدن، مذاہب، شریعتیں، آسمانی کتابیں اور نظام ہائے زندگی الگ الگ لے کر آئے مگر بالآخر حضور خاتم النبیین ﷺ کی ذاتِ گرامی پر آ کر ساری کائناتِ ہدایت اور سارا نظامِ روحانیت سمٹ کر ایک ہی فیضان میں گم ہو گیا ہے۔ اور وہ فیضانِ محمدی ہے: ؎

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

اب آگے حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ گرامی کے فیضان سیرت اور فیضانِ ذات کے جتنے بھی مظاہر اور سلسلے چلے وہ بالآخر بغداد کے غوث الوریٰ کی ذات میں آ کے مرتکز ہوتے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اہل بیت اطہار کے ذریعہ حسنی اور حسینی فیضان کے دونوں دھارے حضور غوث الوریٰ کی ذات میں آ کر مدغم ہو گئے۔ آپ کی شخصیت سنگھم ہے ان دونوں دھاروں کا۔ وہ نقطہ جہاں ملاپ ہو رہا ہے اہل بیت اطہار کے سارے مرکزی روحانی سلسلوں کا۔

غوث الوریٰ کا پیکر سبز گنبد کی چھاؤں میں ڈھلا ہے:

یہ وحدت فیضانِ محمدی کا آہنگ اس لیے ابھرا ہے تا کہ اب رہتی دنیا جس کسی کو بھی ولایت، روحانیت، نسبت، علم، معرفت اور طریقت و شریعت کا فیضان میسر آئے صرف ایک ہی ذات گرامی اس فیضان کا سرچشمہ ٹھہرے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی نسبت ارادت براہِ راست حضور سید کونین ﷺ کی ذاتِ گرامی سے ہے اور انوار و فیوض کا نزول گنبد خضرا سے بغیر کسی واسطہ کے آپ پر ہوتا۔ نسبت اویسی کا شرف پوری تاریخ اسلام میں سب سے زیادہ قوی اور مؤثر طور پر آپ ہی کو عطا ہوا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "لمعات" میں لکھتے ہیں:

”سب سے قوی الاثر بزرگ جنہوں نے راہِ جذب کو با حسن وجوہ طے کیا
اور نسبتِ اویسیہ کی اصل کی طرف رجوع پایا اور اس پر نہایت کامیابی سے
قدم رکھا، شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ہیں اور اسی بناء پر آپ کے متعلق
کہا جاتا ہے کہ آپ اپنی قبرِ انور میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔“

اسی نسبت اویسی کے ثمرات کا فیضان ہے کہ نصیب ابھرا میرے غوث الوریٰ کا۔
حیاتِ روحانی میں آپ کا منصب قطبیت کبریٰ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ
فتوحاتِ مکیہ میں لکھتے ہیں:

”بغداد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو اس قدر اعلیٰ مرتبہ
حاصل ہے کہ کل اقطاب، ابدال، اوتاد اور افراد آپ کے زیرِ نگیں ہیں اور
آپ سب کے قائد ہیں۔“

سید ضیاءالدین ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اس وقت تمام دنیا کے اولیاءاللہ میں ممتاز
اور یگانہ حیثیت کے مالک ہیں اور اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ وہ اگر چاہیں تو
لوگوں کے مقامات سلب کر لیں اور چاہیں تو اپنی حالت پر رہنے دیں۔“

اسی طرح حضرت سید احمد کبیر الرفاعی قدس سرہ نے اپنے بھانجے شیخ ابوالفرح
عبدالرحیم سے فرمایا:

”اے فرزند! اس دور میں کسی میں اتنی طاقت نہیں ہے جتنی سید عبدالقادر
جیلانی قدس سرہ میں ہے۔ وہ جس مقام پر فائز ہیں وہ انہی کے شایاں ہے۔“

اب اگر کوئی سمجھے تو بات یہ ہے کہ حضور غوث الاعظم کا وجودِ مسعود ستاروں کے مرکزِ شمسی
کی طرح تمام انسانوں کا مرکزِ محبت اور کعبۂ انجذاب ہے۔ جس طرح نظامِ شمسی کا متحرک ستارہ
اپنے کعبۂ شمس کا طواف کرتا ہے اسی طرح انسانوں کے گروہ اور آبادیوں کے ہجوم بھی اس مرکز

انسانیت اور کعبۂ ہدایت کے طواف میں محو ہیں اور آپ ہی کی ذاتِ گرامی سے روحانی فیضان حاصل کرتے ہیں۔ آپ کی ہستی وہ منبعِ افاضات ہے جو امت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ سے ملاتی ہے۔ وہ نقطۂ اتصال ہے جہاں پہنچ کر ارواحِ بنی آدم حضور سید کونین ﷺ کی دہلیزِ محبت پر اپنا سر جھکاتے اور وہاں اپنے کشکولِ غلامی کو فیضانِ مصطفوی سے بھرنے کے لائق ٹھہرتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کی تصریح کے مطابق اب رہتی دنیا کوئی ولی، کوئی غوث، قطب، کوئی روحانی فیضان کا متلاشی حضرت غوث الوریٰ قدس سرہ کے دروازے پر آئے بغیر کچھ نہیں پا سکتا۔ سنئے حضرت مجدد الف ثانی کے الفاظ:

"تا آنکہ نوبت بہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ رسید۔ چوں نوبت ایں بزرگوار شد۔ وصولِ فیض و برکات، دریں راہ بہر کہ باشد از اقطاب و نجباء و بدلاء بتوسطِ شریف وے مقدم می شود، چہ ایں مرکز غیر او را میسر نہ شد ازیں جاست کہ فرمودہ:

افلت شموس الاولین وشمسنا ابدا علی افق العلی لا تغرب

فیضانِ ولایت کی ساری نہریں غوث الوریٰ کے چشمے سے ابل رہی ہیں

یوں دیکھئے تو بات پوری طرح آشکار ہو کر سامنے آ گئی کہ حضور غوث الوریٰ کی ذاتِ اقدس اس پوری امت میں وہ بلند مقام و منصب رکھتی جس کی بدولت آپ اسلام کے معروف ترین وسائل ارتباط میں سب سے الگ اور سب سے نمایاں بن کر سب کے لیے سرچشمۂ فیض اور وسیلۂ ارتباط بن گئے ہیں۔ (اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، ج ۲، ص ۹۲۸)

آنکہ خاکش مرجعِ صد آرزو است

اضطرابِ موجِ تو از خونِ اوست

حضور غوث الوریٰ قدس سرہ کی عظمتوں کا اعتراف دنیا نے بڑی کشادہ ظرفی سے کیا ہے۔ ان کے معاصرین ہوں یا بعد میں آنے والے اولیاء کرام، ایسا کوئی ولی نہیں گزرا جس نے

غوث الاعظم کے آستانے پر اپنی جبینِ عقیدت خاکِ دہلیز پہ نہ رکھی ہو۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ یہی تو منشاءِ الٰہی کا فیصلہ بھی ہے اور فیضانِ رسالت کا تقاضا بھی۔ پس اولیاءِ امت کے سارے سلسلوں میں کوئی وجود ایسا نہیں جو غوث الوریٰ کی عظمتوں کو جانے بغیر اپنے ولی ہونے کا اظہار کر سکے۔ غوث الوریٰ کو نہ ماننے سے ولایت مل ہی نہیں سکتی، کجا یہ کہ سلب ہونے کی بات کی جائے۔ وہ ساری نہریں فیضانِ ولایت کی اسی غوثیت کے سرچشمے سے نکلتی ہیں جو اب رہتی دنیا خطۂ اسلام کے ہر گوشے، ہر وادی میں سیرابی بانٹیں گی۔ پھر بھلا کون ہے جو غوث الوریٰ کی ذات پر کچھ اعتراضات اٹھائے اور اپنے ایمان کی حفاظت کا راستہ ایکدم بھول نہ جائے۔ ہمارے اس عہد میں بھی دو چار تیرہ بخت، اب اپنی منطقی گمراہیوں کے تیرہ و تار عالم میں اسی کوتاہی کی پاداش بھگتتے پھر رہے ہیں۔ اور پہلے بھی کہیں کہیں بدنصیب ابھرتے رہے مگر ساتھ ہی ان کا قلع قمع کرنے کا الوہی اہتمام بھی ہوتا چلا گیا۔ پیشِ نظر کتاب بھی اسی عظیم سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس کتاب کے مصنف سید محمد مکی قدس سرہ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم، عظیم محقق اور ولی کامل تھے۔ ان کے والد گرامی عارف کامل سیدی مصطفیٰ غروز مکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ عظیم باپ کا عظیم بیٹا علم و دانش اور زہد و ورع کی شیرازہ بندی سے پروان چڑھنے والے ایک بے مثال خانوادے کی علمی و دینی اور سماجی و تہذیبی روایات کی پاسداری کرنے میں بے بدل دکھائی دیتا ہے۔ میری ان سے عقیدت کچھ اس طرح بھی بڑھ گئی کہ شیخ الازہر امام اکبر شیخ خضر حسین ان کے بھانجے ہیں۔ شیوخ الازہر میں جو مقام علمی گہرائی اور بصیرت و دانائی کے حوالے سے امام اکبر شیخ خضر حسین کو حاصل ہے، اس کے پاسنگ بھی کوئی دوسرا شاید ہی اترا ہو۔

مصنف کتاب کے شعور و احساس اور غیرت ایمانی کا اندازہ تو خود اس کتاب کے مباحث اور گفتگو کے اسلوب سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ لب و لہجے سے جو فوزِ علمیت جھلک رہا ہے، اس کی وسعتوں کا حصار دن بہ دن بڑھتا پھیلتا دکھائی دیتا ہے۔ غوث الوریٰ کی ذات سے مصنف کی عقیدت اپنے نقطۂ عروج پر ہے مگر اس کا اظہار کہیں بھی سطحیت اور غیر تحقیقی آہنگ لئے ہوئے

نہیں ہے۔ ہر جگہ خالص علمی و تحقیقی مزاج اپنی بھرپور جھلک دے رہا ہے۔

پیشِ نظر کتاب کی رعنائیوں سے کئی اجالوں کی سندرتا پھیلی ہے:

کتاب کا عربی متن جس قدر گہرائی، عمدگی اور پختہ شعور کی تابانی لیے ہوئے تھا، کچھ اسی طرح کی زیبائی ہمیں اس کے اردو ترجمے میں بھی جگمگ ابھرتی خیرہ کر رہی ہے۔ مترجم ایک ایسی شخصیت ہے جو عالمِ اسلام کی ہزار سالہ علمی روایات کے مرکز جامعۃ الازہر سے پی ایچ ڈی کی ڈگری لیے ہوئے ہے۔ جن کے ماتھے پر سجا ہے روپ ایک ایسے علمی، فکری اور روحانی گھرانے کا جس کی پہچان ملت کے "شرف و اعزاز" کی انمول ندرتیں دکھا رہی ہے۔ غوث الوریٰ کی بارگاہ سے وابستہ شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کی ذات میں کوئی تصنع، وضعیت اور نمود و نمائش ممکن ہی نظر نہیں آتی۔ خدا نے جس عمدگی کے سانچے میں انہیں ڈھال کر تراشا ہے وہ کسی قسم کے دوغلے پن، دکھاوے اور بے وقعتی کی کثافت سے آلودہ نہیں ہے۔ اندر باہر یکساں، نہ خود پرستی نہ ہوس پرستی، نہ دنیاداری نہ زر پرستی، ہاں بہت کھری اصول پسندی۔ میرا اُن کے ساتھ کئی حوالوں سے تعلق رہا اور بڑا بے تکلف معاملہ، ہر بار میں خوشگوار حیرت اور احساس میں ڈوب جاتا ہوں جب شرفِ ملت کی بے نفسی مجھے یاد آتی ہے تو میں سوچتا ہوں کہ کیا نفسِ امارہ پر خود انہوں نے اپنی خود تربیتی کے ذریعہ قابو پا لیا تھا؟ نہیں یہ غوث الوریٰ کے دامن سے نسبت کے طفیل خدا کا خاص تحفہ تھا اُن کے لیے اور اُن کے چاہنے والوں کے لیے تاکہ شرف صاحب ہر ملنے والے، آنے والے، فیض پانے والے کے لیے سدا قابلِ اعتبار رہیں۔ اِس قدر قابلِ اعتبار کہ لوگ آنکھ بند کر کے اُن پر بھروسہ کر سکیں۔ آپ نے جو وعدہ کیا اُسے پورا کیا کوتاہی کا تصور بھی اپنے پاس نہ پھٹکنے دیا۔

پیشِ نظر کتاب کے مترجم شرفِ ملت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی مجھے تو اپنے بے تکلف دوست نظر آئے ہیں مگر ان کے تلامذہ، عقیدت مند اور حلقۂ فیض کے وابستگان جب اُن سے ملتے ہیں تو اپنا سر بھی جھکائے رکھتے ہیں

اور دل بھی بچھائے رکھتے ہیں۔ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی بلاشبہ راہِ سداد کے منفرد اور ممتاز و یگانہ راہی ہیں۔اسلوب بیان عربی اور اردو دونوں زبانوں میں بیک وقت **"امتیاز مع الشرف"** کی آئینہ داری اجال رہا ہے۔وہ مزاجِ دینی میں ہر قسم کے لوث و آلائش کی ساری راہیں بند کر کے اپنے پیچھے، بہت پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔عجز و تواضع میں یک گونہ متانت کا رس گھول کر جامِ شرف چھلکا رہے ہیں۔سوچ میں شدتِ احساس کی آمیزش نے ایک البیلا و کھرا پن انڈیل دیا ہے۔ میں انہیں بہت جلد فکر و دانش کے مطلعِ درخشاں پہ ابھرتا دیکھ رہا ہوں، بس شرط یہ ہے کہ وہ زمانے کے گرم و سرد کو چکھنے کا عمل اب مزید کسی طویل عرصہ تک جاری نہ رکھیں۔بس اٹھیں اور ایک ادائے دلبری سے اپنے خانوادۂ شرف کا بانکپن فضائے عالم میں پوری بے ساختگی سے اچھال دیں۔خوش قسمتی سے انہیں میسر ہے بہت ہی گہری سنگت ایک ایسے ہنر مآب کی جو بھی کسی فرد، آستانے، تنظیم یا ادارے کے لیے فخر و ناز کی پونجی کا درجہ رکھتے ہیں۔ایک ایسی شخصیت جو کسی بھی تنظیم، ادارے، حلقے، مرکز یا آستانے کے لئے ان دیکھی عظمتوں اور رفعتوں کے سارے جہان یکبارگی سمیٹ لانے اور نئی منزلوں پر دیکھتے ہی دیکھتے جادہ پیما کر دینے کے ماہر ہیں، کون؟ میں کیسے بتاؤں قارئین محترم کہ میری مراد کوئی بوڑھا بزرگ نہیں بلکہ ایک نوجوان ہے۔مگر عبقری نوجوان۔ ایک البیلا بانکپن سجائے خطابت کی وادیوں میں جگمگاتا نوجوان۔علم و فکر، تمدنی بصیرت، سماجی شعور اور تکنیکی مہارت لٹاتا عالم، ایک سجیلا مرشد روحانی، ایک اچھوتا دانشور اور سب سے بڑھ کر ایک دکھرا دوست۔جی ہاں میرا اشارہ ہے ایک ایسی شخصیت کی طرف جو ڈھلتی جوانی میں سارے حوالے بزرگی کے اپنے جوبن میں سجائے ہوئے ہے یعنی علامہ محمد اسلم شہزاد زید مجدہ۔میں رشک و حیرت میں ڈوبا ہوں ان سارے لوگوں کی خوش نصیبی پر جنہیں محمد اسلم شہزاد کی عبقری صلاحیتوں سے فیض یاب ہونے اور دانش سمیٹنے کا موقع میسر آتا رہا ہے اور انہی خوش نصیبوں میں بہت نمایاں ہیں ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی۔ربِّ ذو الجلال ان کے لیے ارتقائے زیست کے سب جادے اچھوتی منزلوں کی سمت تیز تر روانی میں رکھے۔آمین

اس کتاب کی طباعت و اشاعت کا حسن اہتمام جس شخصیت اور ادارہ کے نصیب میں آیا یعنی صفہ فاؤنڈیشن کے بانی علامہ محمد عمر حیات قادری زید مجدہ، میں انہیں بارگاہِ غوثیت کی سندر البیلی نسبتیں عام کرنے پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد کا خراج پیش کرتا ہوں۔ ربّ کریم ہم سب کو حضور سید کونین رحمت ہر عالم ﷺ کی دہلیزِ اقدس پہ جبہ سائی میں فرش زمیں سے عرش بریں تک کی ساری بلندیوں کا نکھار مانگنے اور چاہنے کی تڑپ بہرہ ور کرے۔ آمین

و صلی اللہ تعالی علی حبیبہ سید المرسلین و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔

۳۰ مارچ ۲۰۱۱ء   یکے از غلامانِ غوث الوریٰ

پروفیسر سید عبدالرحمٰن بخاری

مؤسس امہ فاؤنڈیشن لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمہ طیبہ کا نور پھیلانے والی ایک عظیم شخصیت (تقریظ)

جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و عترتہ و بارک وسلم) کا نور تمام عالم میں پھیلتا ہی جا رہا ہے۔ لوگوں نے اس نور کو بجھانے یا مدہم کرنے کی بڑی کوششیں کیں لیکن یہ نور پھیلتا ہی چلا جا رہا ہے۔ علماءِ کرام نے **ورثۃ الانبیاء** ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ اولیاء اللہ کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا هُوَالسَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (۱۰:۶۲۔۶۵)

خبردار بالیقین اللہ کے ولیوں کو نہ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر صدقِ دل سے ایمان لائے اور تا دم واپسیں صاحبانِ کردار رہے۔ انہیں اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے۔ اللہ کی باتیں بدلتی نہیں۔ یہ بدلہ پا لینا بہت بڑی کامیابی ہے۔ اے حبیبِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اُن کی بات آپ کو غمگین نہ کرے۔ بالیقین ساری کی ساری عزت اللہ ہی کے لیے ہے، وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

حدیث قدسی کے الفاظ ہیں:

"جو میرے اولیاء سے دشمنی کرے گا، اللہ کی طرف سے اُس کے برخلاف اعلانِ جنگ ہے۔"

انہی پاکیزہ صفت انسانوں میں ہمارے ہم عصر استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مرحوم ومغفور کے صاحبزادے جناب گرامی قدر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری ہیں جنہیں علم وعمل کا وافر حصہ خود اُن کے اپنے گھرانے سے ہی ملا ہے۔سوچ کا رخ عمل کا محور حب نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وعترتہ وبارک وسلم) کی سچی اتباع میں ڈھل جائے تو ہر بات پُر تاثیر ہوجاتی ہے اور برکتیں اور سعادتیں قدم چومنے لگتی ہیں۔حاسدوں کا شر یوں چھٹنے لگتا ہے جیسے سورج کی آمد پر اندھیرا، یوں لگتا ہے دل شرف سے یہ نام کچھ ایسی مبارک ساعتوں میں نکلا کہ ممتاز احمد سدیدی کا ہر کام ممتاز بھی رہا، سراہا بھی گیا اور مضبوط بھی ثابت ہوا۔سچ ہے اولاد کا نام ماں کی کوکھ اور باپ کے دل کی گہرائیوں سے نکلتا ہے اور رنگ لا کے رہتا ہے۔ **الحمد للہ ربّ العالمین۔**

آفتابِ ولایت پر کسی حاسد (علی بن قرمان حنفی) نے نازیبا بات کر دی اور حضرت غوث الاعظمؓ کے حسنی اور حسینی نسب کا انکار کر دیا اور " **قدمی ہذہ علی رقبۃ کل ولی للہ**" کا بھی منکر ہوا اور ایک رسالہ بعنوان:**الحق الظاہر فی شرح حال الشیخ عبدالقادر**" لکھ دیا تو اہلِ علم میں سے ایک جید عالم ربانی علامہ محمد بن مصطفیٰ بن عزوزمکی رحمۃ اللہ علیہ (پیدائش ۱۲۷۰ھ وفات ۱۳۳۴ھ) نے بڑے مضبوط دلائل سے عربی زبان میں ایک کتاب بعنوان "**السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی** " لکھ کر معترض کا تعاقب کیا اور امت کے باسٹھ علماء اور مشائخ کے اسماءِ گرامی اور حوالے لکھے۔جنہوں نے سیدنا حضرت غوثِ اعظم کے حسنی اور حسینی نسب شریف کا اعتراف کیا۔ جناب گرامی ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری نے اِس کو قومی زبان میں اِس خوبی اور صلاحیت سے ڈھالا ہے کہ اُن کی یہ کاوش رہتی دنیا تک اہلِ زبان سے داد لیتی رہے گی۔ترجمہ کے ساتھ ساتھ حاشیوں کا اضافہ بھی قابل تحسین ہے۔نثر ونظم عربی پر جس ماہرانہ انداز میں قلم اٹھایا ہے وہ بھی قابل داد ہے۔کوئی کچھ کہتا پھرے کل روزِ قیامت اپنے قول وفعل کا خود حساب دے گا ہم کم علم تو بات کو یہیں ختم کرتے ہیں:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است (اقبال)

ہمارے لیے قرآن وحدیث کی روشنی میں اولیاء کرام کی بتائی بات کافی ہے کیونکہ وہ تقویٰ کے اُس مقام پر فائز تھے۔ جہاں جھوٹ نہیں بولا جاتا۔ قطبِ ربانی غوثِ صمدانی الشیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی ولایت کے بہت بڑے مرتبے پر فائز ہیں۔ اُن کا سورج اُسی طرح فیض رساں اور نفع بخش ہے جیسے اُن کی اس دنیا میں حیاتِ طیبہ کے وقت تھا۔ اُن کا علم، اُن کا تقویٰ، اُن کا عمل، اُن کا اخلاص ہر شخص کی زبان پر ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن پر ہمیشہ ہمیش کی رحمتیں، برکتیں اور سعادتیں نچھاور فرمائے۔ (آمین)

اُن کا فرمان ہے: "ایمان والا دل "کیوں، کیا اور کیسے" نہیں جانتا بلکہ وہ "بلکہ" بھی نہیں جانتا۔"

اللہ اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو فرما دیا وہ کافی ہے۔ وہ اتباع نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صدقے اللہ تعالیٰ کے محبوب بن چکے تھے اور اللہ کا اُن پر بڑا فضل و کرم تھا، ہے اور رہے گا۔ دن رات درود و سلام کا بھیجنا سدا بہار رنگ دکھلا رہا ہے اور ان شاء اللہ دکھلاتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کتاب کے مصنف اور مترجم کے ساتھ ساتھ اس کتاب کے ناشر "صفہ فاؤنڈیشن" کے سرپرست علامہ محمد عمر حیات قادری اور اُن کے رفقائے کار کو اس عظیم دینی خدمت پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

خاکپائے اولیاء کرام

منیر احمد مغل

۱۲۵۔بی جوڈیشل کالونی۔لاہور۔پاکستان

(تقریظ)

غوث الوری کے گستاخ خائب وخاسر ہوں گے۔

جسٹس (ر) میاں نذیر اختر صاحب

کسی عظیم ہستی یا شخصیت پر اعتراضات کر کے اس کی عظمت اور شان کو کم کرنے اور اس کے احکامات اور تعلیمات میں تشکیک پیدا کرنے کی سعی کی جاتی ہے تاکہ لوگ اس کی پیروی نہ کریں۔ رب کریم کی حکم عدولی عزازیل نے کی، اُس کا اعتراض یہ تھا کہ اُسے آگ سے پیدا کیا گیا ہے جبکہ آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے۔ اُس کا زعمِ باطل یہ تھا کہ آگ مٹی کے مقابلے میں ارفع و اعلیٰ ہے۔ وہ یہ اعتراض لئے حق کے مقابل آیا اور اپنے اعتراضِ باطل پر بضد رہ کر مردود و ملعون ہو گیا۔ بعینہٖ حق کا پیغام پہنچانے والے انبیاء و رُسل اور اولیاء و صلحاء کے مقابل آ کر اعتراضات اُٹھانے والے بھی مردود و ملعون اور خائب و خاسر ہوئے۔

چودہ صدیاں پہلے عرب کا ابوالحکم (یعنی حکمت و دانش کا باپ) انبیاء کے امام حضرت محمد مصطفی ﷺ کی مخالفت کرنے، اُن کے خلاف بے جا اعتراض کرنے اور اُن کی توہین کرنے کی بنا پر ابوجہل کہلایا۔ ایسے بوجہل اب بھی اِس دھرتی پہ دندناتے پھرتے ہیں، کوئی رب کریم کے وجود کے منکر ہیں، کوئی رسولِ کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس پہ اعتراضات جمع کرتے رہتے ہیں۔ کوئی ناموسِ رسالت پہ حملہ آور ہیں، کوئی اولیاءاللہ اور امت کے صالحین کی تعلیمات پر طعنہ زن ہیں۔ یہ سب بوجہل تکبر، حسد اور بغض کا شکار ہیں۔ پہلا ابوجہل بھی شکست کھا کر ذلت کی موت مرا۔ بعد میں آنے والے بوجہلوں کا مقدر بھی ویسا ہی ہے۔

گزشتہ زمانوں کے انبیاء کی طرح امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے رحمت بھرے پیغامِ

حق کو بھی ابتداً ءقبول نہ کیا گیا۔آپ پر بھی اعتراضات کی بوچھاڑ کی گئی۔آپ کو توہین واستہزاء کا نشانہ نہ بنایا گیا۔رب کریم نے اپنے حبیب ﷺ کا دفاع خود فرمایا اور کفار کے اعتراضات کے مسکت جوابات قرآن کریم میں دیئے۔عہد رسالت کے معترضین اور گستاخ تو مرکھپ گئے مگر اُن کی تحریک کو ماضی قریب اور حال کے مستشرقین اوران کے متبعین نے زندہ رکھا۔اُن کے منہ توڑ جوابات ہر دور میں مسلم علماء اور سکالرز نے دیئے ۔ماضی قریب میں پروفیسر ظفر علی قریشی (مرحوم)اور حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب نے اپنی سیرت کی کتاب ''ضیاء النبی''میں دیئے۔حضرت علامہ اقبال کے افکار پر اعتراضات کے جوابات کی سعادت پروفیسر ڈاکٹر ایوب صابر صاحب کے حصہ میں آئی ۔حضور غوثِ اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی پر بھی ہر دور میں اعتراضات کیئے گئے ۔بعض اوقات آپ نے خود انہیں جوابات دیئے ۔ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

> ''مجھ سے تو دشمنی میں بغض رکھتا ہے اور مجھ سے وہی ناواقف ہے جو خدائے بزرگ و برتر سے ناواقف ہے ....اور مجھ سے وہی محبت کرے گا جو خدائے بزرگ و برتر سے واقف ،بہت عمل کرنے والا اور تھوڑی بات کرنے والا ہے۔مخلص مجھ سے محبت کرتا ہے اور منافق مجھ سے بغض رکھتا ہے۔''
>
> ''اے اعتراض کرنے والو! اے لڑنے جھگڑنے والو!اے بے ادبو!سنو اور مجھ سے سنو کیونکہ میں اُس گروہ میں سے ہوں،جنہوں نے انبیاء سے ادب سیکھا ہے۔اُن کی پیروی کرنے والوں اوران کی سیرت کو بلند کرنے والوں میں سے ہوں۔''

لیکن مقامِ غوثِ اعظم سے بے خبر ایک شخص "علی بن محمد قرمانی حنفی" نے 40 صفحات پر مشتمل ایک رسالہ "**الحق الظاہر فی شرح حال الشیخ عبدالقادر**" آپ کے خلاف لکھا۔یہ رسالہ جب تیونس کے عالمِ دین علامہ سید محمد مکی بن سیدی مصطفیٰ عزوز رحمۃ اللہ علیہ کی نظر

سے گزرا تو انہوں نے فی الفور اس کی گرفت کی اور معترض کے لایعنی، بے بنیاد اور باطل اعتراضات کے مدلل اور تفصیلی جوابات لکھے۔ان کی کتاب عربی زبان میں ہے جس کا نام " **السيف الرباني في عنق المعترض على الغوث الجيلاني** " ہے۔اس کے اردو ترجمے کی سعادت ممتاز سکالر ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی کے حصے میں آئی۔ڈاکٹر صاحب حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری مرحوم کے فرزند ارجمند ہیں۔

موجودہ دور میں شر کی قوتیں ہر محاذ پر سرگرمِ عمل ہیں۔دین کی تعلیمات، شریعت، تصوف، حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس اور اولیائے کرام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی مذموم کوششیں ہورہی ہیں۔اِس دور میں زیرِ نظر کتاب کی بے حد ضرورت ہے تاکہ لوگوں کو غوثِ اعظم کی پاکیزہ، اجلی اور روشن سیرت اور تعلیمات کا علم ہوسکے۔یہ اُسی صورت میں ممکن ہے جب اُن کے ذہنوں سے معترض کا پھیلایا ہوا تشکیک کا غبار دور ہوجائے۔ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی نے زیرِنظر کتاب کا انتہائی عمدہ اور بہترین ترجمہ کرکے دین کی ایک اہم خدمت سرانجام دی ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر اور عمر خضر عطا فرمائے۔

صفہ فاؤنڈیشن کے چیئرمین علامہ عمر حیات قادری اور اُن کے خوش ذوق احباب ایسی عظیم کتاب کی اشاعت اور تقسیم پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اللہ رب العزت مادیت کے اس دور میں ہمیں بزرگانِ دین کے دامنوں سے وابستہ رہنے اور ان قدسی نفس حضرات کے نقشِ قدم پر چل کر دنیا اور آخرت کی کامیابیاں سمیٹنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

بحضور

حضرت السیّد الشیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السّامی

نتیجۂ فکر: حضرت پیر سیّد نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ

ہُوا سارے جہاں میں بول بالا غوثِ اعظم کا
حقیقت تو یہ ہے رُتبہ ہے اعلیٰ غوثِ اعظم کا

شریعت کے گلستاں میں، طریقت کے دبستاں میں
جدھر دیکھو، اُجالا ہی اُجالا غوثِ اعظم کا

صداقت میں، سخاوت میں، ریاضت میں، عبادت میں
قیامت تک رہے گا بول بالا غوثِ اعظم کا

سلامی رات دن دیتی ہیں کرنیں چاند سورج کی
ہر اک بغداد کا ذرّہ ہے پالا غوثِ اعظم کا

طریقِ چشت ہو ، یا سُہروردی ، نقشبندی ہو
نظر آیا ہمیں ہر سُو اجالا غوثِ اعظم کا

نبی ﷺ کا نور ، فیضِ فاطمہ کا کیوں نہ ہو وارث
علیِ مرتضیٰ ہے جدّ اعلیٰ غوثِ اعظم کا

نصیرؔ ایمان ہے اپنا کہ محشر میں دمِ پُرسش
ہمارے کام آئے گا حوالا غوثِ اعظم کا

مقدمہ مصنف

اُس ذات کے لیے حمد ہے جس نے اہلِ عرفان کو انبیاء اور مرسلین کے نقوش پا پر چلنے کی توفیق بخشی، اور اُن کی بصیرتوں کو روشنی عطا فرمائی، اُن اولیاء کے لئے بھی مجرموں میں سے اُسی طرح دشمن بنائے جیسے انبیاء کے لیے بنائے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن قدسی نفس حضرات کو چن لیا، پس جس نے اُن سے محبت کی اللہ تعالیٰ نے اُسے محبوب بنالیا، اور جس نے اُن حضرات سے دشمنی کی اللہ تعالیٰ نے اُس پر اپنا غضب نازل فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب اور فضل وکرم کے اہل حضرات کی محبوبیت کو ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب۔"(۱)

"جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی، میری اُس سے جنگ ہے۔"

(۱) سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب ذكر الشفاعة، ٤٤٠٨ (ط: دارالسلام، رياض)

اور صلاۃ وسلام ہو اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے دونوں جہانوں کے سرور اور ظاہری و باطنی جمال رکھنے والوں کے سردار پر جن کا ارشادِ گرامی ہے:

انا سید ولد آدم ولا فخر۔(۲)

"میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور یہ فخر کی بات نہیں۔"

(۲) اِسے امام مسلم (۱۷۸۲/۴) حاکم (۶۶۰/۲) ابن حبان (۱۳۵/۱۳) اور ضیاء نے اپنی مختار میں (۱۲۲/۱)، (۴۵۵/۹) اور ابوعوانہ نے مسند میں (۱۰۲/۱) اور ابونعیم نے اپنی مسند میں (۲۶۹/۱) اور ترمذی نے (۳۰۸/۵) اور ابوداؤد نے (۲۱۸/۴) اور ابن ماجہ نے (۱۴۴۰/۲) مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ ہی روایت کیا ہے۔

وہ ذات جس نے اپنی اُس آل کو ورثے میں سیادت بخشی جو قرآن میں طہارت کا

تاج پہن کر ظاہر ہوئی ہے، وہ ذات جس نے اپنی حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ انساب میں بے مقصد طعن و تشنیع کرنا کفر ہے۔اور سرورِ عالم ﷺ کی عزت والی آل پر بھی انصاف کی راہ سے ہٹے ہوئے اور سرتاپا گمراہی میں ڈوبے ہوئے شخص کی مرضی کے برعکس صلاۃ وسلام ہو، اللہ تعالیٰ سرورِ عالم ﷺ پر ایسا صلاۃ وسلام بھیجے جو ہمارے لیے بدعقیدگی اور حسد کرنے والوں کے حسد سے ایک محفوظ پناہ گاہ ہو، نیز علمائے دین کے دفاع اور حق کے اظہار میں ہمارا معاون ومددگار ہو۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور بارگاہِ رسالت مآب میں ہدیہ درود وسلام کے بعد عرض ہے کہ یہ رسالہ "سیفِ ربانی بر گردنِ معترضِ غوثِ جیلانی" علماء کی نسل سے ایک عظیم عالم و فاضل شخصیت علامہ سید محمد مکی بن سیدی مصطفیٰ بن عزوز (رحمۃ اللہ علیہ) کی تصنیف ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کتاب کی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔(۱)

---

(۱) لگتا ہے کہ یہ پیرا حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے مخطوطہ کو نقل کرنے والے کسی عقیدت مند کا لکھا ہوا ہے جو کہ ہندوستان سے طبع ہونے والے نسخے میں موجود نہیں ہے۔اور "فیقول العبد الفقیر" سے بھی اندازہ ہوتا ہے کیونکہ اما بعد کے فوراً بعد یہی کلمات مذکور ہیں۔مترجم

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا محتاج اور اُس سے مدد کا طلب گار محمد مکی بن مصطفیٰ بن عزوز مکی، اللہ تعالیٰ اُسے حق گوئی کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے اور اُسے دنیا و آخرت میں سعادت مند بنائے، کہتا ہے: "ایک دن کچھ احباب میرے پاس حضور ﷺ کے ساتھ متصل غوثِ اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی ♦ کے نسب کی نفی کرنے والا ایک رسالہ لائے۔اللہ تعالیٰ انہیں سعادت مندوں میں سے بنائے اور اُن کی زندگیوں میں برکتیں عطا فرمائے، میں نے دیکھا کہ اِس رسالہ کے مصنف کو جہالت اور حسد نے یوں اندھا کر رکھا تھا کہ اُس نے شرم وحیاء کا لبادہ اتار دیا، اور اُسے خبر ہی نہ ہوئی کہ اُس کے اِس طرز عمل نے اُسے ہلاکت میں ڈال دیا ہے، اُس نے حضور غوثِ پاک کی قطبیت کے انکار کی کوشش کی،

نیز آپ کی اُن کرامات کو جھٹلانے کی کوشش کی جو ہر خاص وعام کی زبان پر ہیں، روحانی دنیا میں آپ کی حکومت اور تصرف کا انکار کیا، اِس سلسلے میں اُس ناہنجار نے آپ کی اولاد، پوتوں اور اُن خواص کی بے ادبی کا راستہ اپنایا جنھوں نے حضور غوثِ پاک کے ارشادات ہم تک پہنچائے، نیز اُس نے آپ کے نفیس کلمات کی اپنے خسیس فہم کے ساتھ غلط تاویل کا طریقہ اختیار کیا، اور اُسے آپ کے ملفوظات میں سب سے زیادہ جس ملفوظ شریف سے جلن اور تکلیف ہوئی وہ آپ کا یہ ارشادِ گرامی تھا:

"قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی للّٰہ"

"میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔"

اور اُس نادان کے دل میں یہ خیال تھا کہ وہ اپنے رسالے کے ذریعے شریعتِ محمدیہ کا دفاع کر رہا ہے، حالانکہ وہ عملی طور پر اِس شریعت کو عام کرنے میں انتہائی اہم کردار ادا کرنے والی شخصیات کا انکار کر کے شریعت کے ارکان کو گرا رہا تھا، یہ دیکھ کر مجھے اپنے ایمان اور یقین کے برابر شدید صدمہ ہوا۔ اور ایک ایمان رکھنے والے کو یہ صدمہ کیوں نہ ہو جبکہ اُس کے سامنے حضرت غوثِ پاک کے مرتبہ ومقام کو گھٹانے کی کوشش کی گئی ہو، تب مَیں حضرت غوث پاک کے مرتبہ ومقام کے دفاع کے لیے اُس شخص کی طرح اٹھا جو ظلم کے ساتھ حملہ کرنے والے چور کا مقابلہ کرتا ہے، اور میں نے دل میں کہا:

"وہ ہاتھ شل ہو جائے جو اُس باغی کی گردن علم کی تلوار سے نہ کاٹ سکے۔"

پھر میں نے استخارہ کیا اور اپنے استاد ولیِ کامل سیدی سید محمد بن ابو القاسم (اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت عطا فرمائے) کو مذکورہ بالا رسالہ کا تذکرہ کر کے اُن سے مشورہ کیا، وہ ایسے استاد ہیں جو محمدی دین کے پرچم لہرانے والے ہیں اور اُن پر اُن کا زمانہ فخر کرتا ہے، تو انہوں نے میری بات سن کر فرمایا:

"اِس رسالے کے مندرجات پر مطلع ہو کر میری تو روح کانپ اٹھی ہے، تم

ہمت کرو اور حضرت غوثِ پاک کے دفاع پر کمر باندھو۔"

آپ نے مجھے اِس رسالے کا رد لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور میرے لیے دعا فرمائی کہ اللہ تعالٰی کی توفیق شاملِ حال ہو اور حق پر استقامت حاصل ہو، پس اِس دعا کی برکت سے اللہ تعالٰی نے میرے دل کی مراد کو آسان کر دیا، اگر چہ میں اِس قابل نہیں تھا لیکن اللہ تعالٰی کی تائید نے راستے کی مشکلات کو آسان کر دیا، اور اِس سے پہلے میں نے بعض احباب کی خواہش پر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ♦ کی مناقب میں ایک رسالہ شروع کیا تھا، پھر جب حضرت غوثِ پاک کی شان میں بے ادبی کرنے والا رسالہ میرے سامنے آیا تو میں نے مناقبِ غوثیہ میں لکھا جانے والا رسالہ روک کر مذکورہ رسالے کا رد شروع کر دیا، اگر چہ وہ رسالہ بھی ایک اچھی کوشش تھی لیکن میں نے دل میں کہا: "دین کے اصولوں میں سے ہے:

"درء المفاسد أولى من جلب المنافع

"مفاسد کو دور کرنا منافع کے حصول سے زیادہ اہم ہے۔"

شاعر کہتا ہے:

و اعلم بأن الغيث ليس بنافعا لم يكن للناس في ابانه

"اچھی طرح جان لو کہ لوگوں کے لیے موسلا دھار کچھ فائدہ مند نہیں، جب تک کہ وہ بارش ضرورت کے وقت نہ ہو۔"

اور میں نے زیرِ تکمیل دیگر ایسی کئی تصنیفات کو روک دیا جو میرے خیال میں مفید اور اہم تھیں، کیونکہ فرض کے وقت میں نفل ادا نہیں کیے جاتے، مذکورہ رسالے کے مصنف کا نام جیسے کہ رسالے کے خطبہ میں مذکور ہے: "علی بن محمد قرمانی حنفی" ہے ہمیں اُس کے حالات اور اُس کا مرتبہ و مقام جاننے سے کوئی سروکار نہیں، اِس لیے کہ بعض مشائخ کے فرمان کے مطابق میری بات اُس کی کہی ہوئی بات کے رد میں ہے، اُس نے اپنے رسالے کا درج

ذیل نام رکھا ہے:

”الحق الظاہر فی شرح حال الشیخ عبدالقادر“

”شیخ عبدالقادر کے حال کی تشریح میں ظاہر حق۔“

جبکہ میرے خیال میں اِس کا نام ہونا چاہیے:

”الباطل الظاہر فی إساءۃ الأدب مع الشیخ عبدالقادر“

”حضرت شیخ عبدالقادر کی بارگاہ میں بے ادبی کی صورت میں ظاہر ہونے والا باطل۔“

اور یہ کتابچہ تقریباً چالیس صفحات پر مشتمل ہے، اِس کتابچے کے دو باب ہیں: پہلا باب حضرت غوثِ پاک کے نسب اور آپ کے خاندان کے بارے میں ہے، جبکہ دوسرا باب آپ کے سلسلۂ طریقت کے بارے میں ہے، اُس کی مخبوط الحواسی کا یہ عالم ہے کہ وہ تصنیف وتالیف کے فن سے نابلد اور حسنِ ترتیب سے ناواقف ہونے کے باعث پہلے باب سے متعلق معلومات دوسرے باب میں اور دوسرے سے متعلق معلومات پہلے باب میں ذکر کرتا ہے، اور اقتباسات میں خیانت سے بھی کام لیتا ہے، نیز الفاظ کو تبدیل کر دیتا ہے اور اقتباس میں جو بات اُس کے خلاف ہو اُسے چھوڑ دیتا ہے، اور بعض اوقات بہت دور کی تاویل کرتا ہے، اور بعض اوقات کسی کتاب پر ایسی بات کی تہمت لگاتا ہے جو اُس میں نہیں ہوتی، یا اصل بات کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے، شاید اُس کا خیال تھا کہ اُس کے رسالے کا فقط عام لوگ یا اُس کے ہم خیال لوگ ہی مطالعہ کریں گے۔

یا أم غیلان نوم اللیل معک حلا فی سیر بادیۃ لو فارق الخطر

”اے امِ غیلان! اگر ہم خطرات سے بے پرواہ ہوتے تو جنگل کی سیر کے دوران تیرے ساتھ نیند بہت شیریں ہوتی۔“

اِس کتابچے کے مصنف نے غیر معیاری اعتراضات کئے ہیں، اور وہ جھوٹ کیسے

چھپا سکتا ہے جبکہ اہلِ بصیرت اُس کے کتابچے کا ناقدانہ جائزہ لینے والے ہیں، قیامت تک اہلِ حق کا گروہ غالب رہے گا، اور شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اذا حمل الفصیح فلا تهده فتلک الاستعارة مستعاره

وصِلْ بالدین والعرفان تلقی فصاحته انتهت من غیر غار

"جب تمہارے سامنے بظاہر فصیح کلام لایا جائے تو اُس سے خوفزدہ مت ہونا،

کیونکہ وہ مانگا ہوا استعارہ ہے۔ دین اور معرفت کے دامن سے لپٹ جا، تب تو

دیکھے گا کہ تیرے سامنے لائی گئی مصنوعی فصاحت اپنی موت آپ مر گئی ہے۔"

اور اگر دین کے ائمہ اور ہدایت کا نور بکھیرنے والے علماء پر بے جا تنقید کا دروازہ کھول دیا جائے تو شریعتِ مبارکہ کو پارہ پارہ کرنا لازم آئے گا، یعنی ائمہ پر بے جا اور بے بنیاد تنقید کرنے والے لوگ شریعت کی عمارت کو ہی گرادیں گے۔

میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں امید کرتا ہوں کہ میں اپنی اِس تصنیف میں شرمندگی کا شکار نہیں ہوں گا اور نہ ہی تلخ کلامی اور غلو کی راہوں پر چلوں گا، اللہ تعالیٰ میری اِس کوشش کو قبولیت عطا فرمائے، اور حاسدوں کے حسد سے محفوظ رکھے اور میں نے اِس کتاب کا نام رکھا ہے:

"السیف الربانی فی عنق المعترض علی الغوث الجیلانی"

"جیلانی غوث پر اعتراض کرنے والے کی گردن پر ربانی تلوار"

میں نے اِس کتاب میں گفتگو یوں کی ہے: "معترض نے کہا" اور پھر اُس اعتراض پر اپنا رد ذکر کیا ہے، ہاں میں نے اِس معترض کی مکرر باتوں کو نہیں دہرایا، اور بے مقصد طوالت کو پیشِ نظر نہیں رکھا، لیکن اُس کے اعتراضات میں سے ایک لفظ بھی جواب دیئے بغیر نہیں چھوڑا، میں علماء کے سامنے اپنی کم علمی کا اعتراف کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کی جاتی ہے، اُسی پر توکل کیا جاتا ہے، قلم اور زبان سے سرزد ہونے والی لغزش پر اُسی سے معافی کا طلبگار ہوں۔

پہلا باب

حضرت غوثِ اعظم کا نسب اور آپ کا گھرانہ

معترض نے، حضرت غوثِ اعظم کا اسمِ گرامی ذکر کرنے کے بعد کہا:

''وہ جیلان میں ابوعبداللہ صومعی ﷺ کے نواسے کے نام سے مشہور ہیں، اور ابوعبداللہ صومعی ﷺ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ جیلان کے عابد وزاہد لوگوں اور مشائخ میں سے تھے، اور یہ بات ''بہجۃ الاسرار'' کے مصنف شیخ علی شطنوفی نے کہی ہے، اور ''بہجۃ الاسرار'' وہ کتاب ہے جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ﷺ کے حالات پر پہلی تصنیف ہے، اور یہ کتاب جھوٹی اور شریعت کی مخالف خبروں پر مشتمل ہونے کے باعث ایک بہت بُری کتاب بن گئی۔''

میں کہتا ہوں: ''معترض نے ''**بہجة الاسرار**'' سے اقتباس لیتے ہوئے دیانتداری کا مظاہرہ نہیں کیا کیونکہ ''**بہجة الاسرار**'' کے مصنف نے حضرت غوثِ اعظم کے نانا حضرت ابوعبداللہ صومعی ﷺ کے بارے میں کہا ہے: ''وہ جیلان کے جلیل القدر مشائخ اور اپنے زمانے کے روساء میں سے تھے۔'' معترض نے دو کلمے اُن کے مضاف الیہ سے یوں نوچ کر الگ کر دیئے جیسے درخت کو مٹی سے اور سر کو گردن سے الگ کیا جاتا ہے، اور یہی دو کلمے تو حضرت ابوعبداللہ صومعی ﷺ کے تعارف کی جان ہیں، اور آپ کے حوالے سے ''**بہجة الاسرار**'' میں مذکور آپ کی کرامات، مکاشفات اور آپ کی دی ہوئی وہ خبریں جو عملی طور پر سچ ثابت ہوئیں۔ اور دور دراز کے علاقوں میں ڈاکوؤں کے حملے کے وقت آپ کو مدد کے لیے پکارنے پر آپ کا وہاں مدد کے لیے تشریف فرما ہونا جیسے کہ اللہ تعالیٰ اکابر اولیائے

کرام کے ہاتھوں خلافِ عادت امور کو ظاہر فرماتا ہے، معترض نے یہ ساری باتیں دیدہ و دانستہ نظر انداز کر دیں، اور حضرت ابوعبداللہ صومعی کے حالات کئی دیگر علماء نے بھی تحریر کیے ہیں۔ "**بہجۃ الاسرار**" سے حضرت ابوعبداللہ صومعی کے حالات وقتِ نظری کے ساتھ نقل نہ کرنا معترض کی بد دیانتی پر دلالت کرتا ہے جبکہ علم تو دیانتداری کا نام ہے، یوں معترض کی پہلی عبارت سے ہی اُس کی متعصب اور جانبدارانہ سوچ ظاہر ہوگئی، اُس نے حضرت ابوعبداللہ صومعی کے بارے میں "**بہجۃ الاسرار**" پر اِس لیے اکتفا کیا کہ وہاں اُن کے حالات مختصر ہیں اور معترض کا خیال ہے کہ شخصیات کے حالات بیان کرنے میں اختصار اُن کے کم مرتبہ و مقام پر دلالت کرتا ہے، اور یہ بات "**بہجۃ الاسرار**" سے حضرت صومعی کے حالات نقل کرتے وقت اُس کے اِن الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے: "ابوعبداللہ صومعی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا گیا ہے۔" اور اُس کی ایسی کمزور باتیں آئندہ بھی سامنے آئیں گی، شاید معترض کو یہ بات معلوم نہیں تھی، یا اُس نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لیا ہے کہ کسی کے حالات میں کسی کا اختصار سے کام لینا مذکورہ شخصیت کی شہرت کی بنا پر ہوتا ہے، اور معترض سے کچھ بعید نہیں کہ وہ حضرت ابوعبداللہ صومعی کی شان کم کر کے اُن کے نواسے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا مرتبہ و مقام بھی کم ظاہر کرنا چاہتا ہو، جبکہ حضرت ابوعبداللہ صومعی، معترض کی خواہش کے برعکس حسینی سید ہیں جیسے کہ ایک سے زیادہ عادل اور ثقہ لوگوں نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ حضرت ملاّ علی قاری کی رائے ہے۔

امام جیلانی والدِ محترم کی طرف سے حسنی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی ہیں، آپ کا حسینی نسب یوں ہے:

"آپ کی والدہ سیدہ فاطمۃ ام الخیر امۃ الجبار صاحبزادی ہیں ابوعبداللہ صومعی بن ابو جمال الدین محمد بن محمود بن ابو العطاء عبداللہ بن عیسیٰ کمال الدین بن ابو علاء الدین محمد الجواد بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام علی زین

العابدین بن نواسۂ رسول (ﷺ) سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہم اجمعین۔

باقی معترض نے "**بہجة الاسرار**" کے بارے میں جو کچھ کہا اُس کے بارے میں آئندہ گفتگو کی جائے گی، لیکن اِس وقت دو شعر پیشِ نظر ہیں کیونکہ معترض نے "**بہجة الاسرار**" کو بہت بری قرار دیا ہے، معترض کے بارے میں دو شعر پیشِ خدمت ہیں:

فی بہجة قال غسا وللذم أم الدواهی
أجل فذو السقم یشفی بها فأم الدواهی

"**بہجة الاسرار**" کے بارے میں معترض نے غلط بیانی کی اور اِس کتاب کی
تنقیص کے لیے اُسے "**اُم الدواهی**" (بہت بری) قرار دیا، ہاں بیمار
سوچ والا اور بہت بری بیماری والا اِس کتاب سے شفا پاتا ہے۔"

اور اُس کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ: "**بہجة الاسرار** حضرت غوثِ اعظم کی شان میں لکھی جانے والی پہلی کتاب ہے۔" کیونکہ اِس کتاب کے مصنف شیخ علی شطنوفی آٹھویں صدی ہجری کے ہیں اور اُن کے زمانے سے پہلے حضرت غوثِ اعظم کی مناقب پر مشتمل کئی کتب منظرِ عام پر آ چکی تھیں۔ اُن میں سے عراق کے مفتی امام ابوبکر عبداللہ بن نصر بن حمزہ بغدادی کی تصنیف "**انوار الناظر**" ہے، اِس کتاب کے مصنف چھٹی صدی ہجری سے تھے اور حضرت غوثِ اعظم کے ہم نشینوں میں سے تھے، اور اِس طرح "**بہجة الاسرار**" سے پہلے لکھی جانے والی ایک اور کتاب بہت بڑے محدث، فقیہہ شیخ ابو محمد عبداللطیف بن ھبة اللہ ہاشمی بغدادی کی تصنیف "**نزھة الناظر**" بھی ہے اور وہ "**بہجة الاسرار**" کے مصنف نورالدین علی بن یوسف کے اساتذہ میں سے ہیں، اور کوئی بعید نہیں کہ "**بہجة الاسرار**" سے پہلے مناقب غوثیہ پر مشتمل اِن دونوں کتابوں کے علاوہ کچھ اور کتب بھی ہوں جو ہمارے علم میں نہ ہوں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اِس کے بعد معترض نے ۵۶۱ھ کے حوادث کے بیان میں ابنِ اثیر کا قول نقل کیا

ہے، جس میں ابن الاثیر نے کہا ہے:

''اا ربیع الثانی ۵۶۱ھ میں حضرت شیخ عبد القادر بن ابو صالح ابو محمد جیلی جو بغداد میں مقیم رہے، دار فانی سے دار البقاء کی طرف روانہ ہوئے، آپ کی پیدائش ۴۷۰ھ میں ہوئی، آپ صلاح کے میدان میں ایک خاص حال پر فائز تھے اور آپ حنبلی مذہب کے پیروکار تھے، بغداد میں آپ کا مدرسہ اور آپ کی خانقاہ مشہور رہیں۔''

میں کہتا ہوں: معترض نے ابن الاثیر کی کتاب سے حضرت غوثِ اعظم کے مختصر حالات آپ کے مرتبہ و مقام میں تنقیص کے ارادے سے نقل کیے، اور یقیناً یہ اختصار کسی کے مرتبہ و مقام میں کمی پر دلالت نہیں کرتا، کیونکہ ابن الاثیر کی تاریخ اختصار پر مبنی ہے، اور آپ دیکھیں گے کہ اس کتاب میں امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد، امام بخاری، امام مسلم، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی، شبلی، حجۃ الاسلام امام غزالی، امام شہاب الدین سہروردی، اور قطب ربانی امام احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین جیسے اکابرین امت کے حالات بھی مختصر ہیں، ان حضرات کے حالات دو سطروں سے زیادہ نہیں بلکہ اکثر کے حالات فقط ایک سطر پر مشتمل ہیں، جبکہ حضرت غوثِ اعظم کے حالات تمام تر اختصار کے باوجود اِن تمام حضرات کے حالات سے زیادہ تفصیلی تھے۔ اور ابن الاثیر کی عبارت میں حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں اس کا یہ قول:

''وكان من الصلاح على حالٍ''

''وہ صلاح کے میدان میں ایک خاص حال پر فائز تھے۔''

اگر معترض نے دانستہ لفظ ''حال'' پر تنوین اور ''علی'' میں پائی جانے والی فوقیت کو نظر انداز نہیں کیا تو اِس کا مطلب ہے کہ یہ قول اُس کی سمجھ میں ہی نہیں آیا۔

إذا لم يكن للمرء عين صحيحة فلا غرو أن يرتاب والصبح مسفر

''جب انسان کی بصارت درست نہ ہو تو پھر وہ صبح کا اجالا دیکھ کر بھی صبح
کے ہونے پر شک کرتا ہے۔''

ابن الاثیر نے اپنی تاریخ میں معترض کے استدلال کے برعکس غوثِ اعظم کے وصال کے حوالے سے آپ کے بارے میں ابنِ کثیر کی روایت بیان کرتے ہوئے آپ کے حال کی عظمت بیان کی ہے۔

ابنِ کثیر نے اپنی تاریخ میں حضرت غوثِ اعظم کے وصال کے حوالے سے ابن الاثیر کی روایت کے ضمن میں آپ کے حال کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہا:

''ابن الاثیر نے حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں کہا ہے: ''آپ صلاح
کے میدان میں ایک خاص حال پر فائز تھے۔''

ممکن ہے کہ معترض نے ابن الاثیر کا یہ قول حضرت غوثِ اعظم کی تنقیص کے لیے ذکر کیا ہو اور اپنے اِس مقصد کے لیے ابن الاثیر کی طرف سے حضرت غوثِ اعظم کا مرتبہ و مقام ذکر نہ کرنے سے استدلال کیا ہو، اگر ایسا ہے تو اِس بات کا جواب یہ ہے کہ ابن الاثیر کا حضرت غوثِ اعظم کے حالات کی طرح دوسرے مشاہیر کے حالات میں اختصار کرنا اور نسب کا ذکر نہ کرنا مطلقاً نسب کی نفی نہیں کرتا، ابن الاثیر کا حضرت غوثِ اعظم کے علاوہ سادات، بکری اور دیگر حضرات کے ساتھ بھی یہی رویہ ہے، اور ابن الاثیر نے اپنے امام اور مقتدی امام شافعی کے حالات میں بھی اختصار کو ملحوظ رکھا جن کا قریشی نسب حضور ﷺ سے قریب ہے، ابن الاثیر کی تاریخ میں کسی دوسرے کا نسب کیسے دکھائی دے گا؟ آپ ۲۰۴ھ کے حوادث کے بیان میں ابن الاثیر کی عبارت دیکھیں، انہوں نے کہا ہے:

''اِس سال میں امام محمد بن ادریس شافعی نے انتقال فرمایا، اُن کی ولادت
۱۵۰ھ میں ہوئی۔''

کسی شخصیت کے حالات میں مؤرخین کا اُس کے حسنی یا حسینی نسب کے حوالے سے

سکوت اختیار کرنا عقل مندوں کے نزدیک اُس شخصیت کے سید ہونے کی نفی نہیں کرتا۔

معترض نے ابن الاثیر کی تاریخ سے ایک اقتباس ذکر کرنے کے بعد ابن النجار اور سمعانی کی تاریخ سے اقتباس نقل کیے ہیں اور اُس کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ اِن دونوں نے بھی حضرت غوثِ اعظم کا مرتبہ و مقام ذکر نہیں کیا اور اِس بات کا بھی وہی جواب ہے، جو ہم نے ابن الاثیر کی تاریخ سے اقتباس کے حوالے سے دیا تھا، اور اس معترض کے رد میں یہ بات کافی ہے کہ حالات کی کمی کبار اولیاء کی اُس تنقیص پر دلالت نہیں کرتی جس میں معترض مبتلا ہے، ابن النجار نے حضرت غوثِ اعظم کی جو مدح ذکر کی ہے وہ معترض کی سمجھ میں ہی نہیں آئی، ابن النجار نے حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں کہا ہے:

"أحد ائمة المسلمين العاملين بعلمهم"

"وہ مسلمانوں کے اُن ائمہ میں سے ہیں جنہوں نے اپنے علم پر عمل کیا۔"

پھر معترض نے مختلف حضرات سے حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں جو کچھ نقل کیا ہے وہ اپنے اُن اقتباسات میں بھی دیانتدار نہیں ہے، اِس لیے کہ اُس کے اقتباسات کا مطالعہ کرنے والا جان لے گا کہ معترض اقتباس لیتے ہوئے جو الفاظ چھوڑتا ہے کچھ بعید نہیں کہ وہ الفاظ بلند پایہ تعریف پر مشتمل ہوں، کیونکہ اگر وہ الفاظ عام سی تعریف پر مشتمل ہوتے تو معترض انہیں ضرور نقل کرتا۔

معترض نے مذکورہ بالا اقتباسات ذکر کرنے کے بعد کہا: ابن کثیر نے اپنی مشہور و معروف تاریخ میں کہا ہے:

"عبدالقادر بن ابو صالح ابو محمد جیلی بغداد آئے، حدیث کا درس لیا اور اُس میں مشغول رہے یہاں تک کہ اُس میں ماہر ہو گئے۔"

ابن کثیر نے حضرت غوثِ اعظم کے حوالے سے مزید کہا:

"آپ لوگوں کے سامنے وعظ فرماتے، آپ کے کثیر احوال اور مکاشفات

ہیں آپ نے ''غنیۃ الطالبین'' اور ''فتوح الغیب'' تصنیف فرمائیں،
اور اِن دونوں میں اچھی معلومات ہیں، لیکن آپ نے اِن دونوں کتابوں
میں بہت سی موضوع احادیث بھی ذکر کی ہیں۔''

میں کہتا ہوں: ''معترض کا مقصد ابنِ کثیر کا سہارا لے کر ''غنیۃ الطالبین'' اور ''فتوح الغیب'' میں موجود بہت سی موضوع احادیث کی نشاندہی کرنا تھا، اور اِس مغالطے کا جواب یہ ہے کہ اِس تاریخ میں مذکور سب کچھ درست اور کچھ قابلِ قبول تو نہیں، حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں تاریخ ابن کثیر کے بارے میں کہا ہے:

''اِس کتاب میں حوادث اور وفیات جمع کی گئی ہیں، اور اِس میں
سب سے بہترین بات نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہے۔''

پھر موضوع حدیث کو اُس کے گھڑنے والے کے اعتراف یا اُن قرائن سے پہچانا جاتا ہے جن کا ادراک صرف وہی لوگ کر پاتے ہیں جنہیں حدیث میں انتہائی رسوخ اور وسیع مطالعہ حاصل ہو، اصولِ حدیث کی کتابوں میں اِس بات کی صراحت ملتی ہے، اور ابنِ کثیر نے حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں خود لکھا ہے کہ حدیث پڑھنے اور پڑھانے میں اِس قدر مشغول ہوئے کہ اِس علم میں ماہر ہو گئے اور ابنِ کثیر نے حضرت غوثِ اعظم کی فنِ حدیث میں مہارت کے ساتھ ساتھ آپ کے تقوٰی اور پرہیز گاری کی بھی گواہی دی ہے۔

معترض نے حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں ابن النجار کا یہ قول نقل کیا تھا:

''وہ مسلمانوں کے ائمہ میں سے ہیں جو اپنے علم پر عمل پیرا بھی ہیں۔''

پس معترض کو یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ علمِ حدیث میں ماہر حضرت غوثِ اعظم جیسے امام کی نظروں سے موضوع حدیث کیسے اوجھل رہ سکتی ہے؟ اور کم فہم معترض نے حضرت غوثِ اعظم کی کتب میں موضوع احادیث کے حوالے سے اعتراض کیسے کر لیا؟

امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ایسے خطیب کے طرزِ عمل کے بارے میں سوال کیا

گیا جو احادیث کو سند کے بغیر بیان کرتا تھا، تو آپ نے جواب دیا:

"اگر مذکورہ خطیب نے اپنے خطبے میں احادیث کو راویوں کی جانچ پرکھ اور اُن احادیث کو روایت کرنے والے مشائخ کا ذکر کیے بغیر ذکر کر دیا تو جائز ہے بشرطیکہ یہ خطیب علم حدیث جانتا ہو یا حدیث کو ایسی کتاب سے نقل کرے جس کا مصنف علم حدیث کا ماہر ہو، اور جس کتاب کا مصنف اِس معیار کا نہ ہو اُس کتاب میں مذکور احادیث کو جانچ پرکھ کے بغیر بیان کرنا درست نہیں، اور جو ایسا کرے گا وہ گنہگار ہوگا۔"

شیخ المحققین محی السنة والدین شیخ علی عدوی ﷺ الفیة الحدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"اِس بات پر اُمتِ مُسلمہ کے عظیم لوگوں کا اجماع ہے کہ امامِ جیلانی اِس امت کے اُن جلیل القدر علماء میں سے ہیں جو شریعت اور طریقت کا حسین امتزاج ہیں۔"

کسی حدیث کے بارے میں اگر حافظ ابن کثیر کو یہ محسوس ہوا کہ وہ موضوع ہے تو وہی حدیث کسی دوسری سند کے ساتھ صحیح بھی ہو سکتی ہے جیسے کہ علم حدیث کے ماہرین نے فرمایا ہے، محدثین میں امام سبکی کے ساتھ ایسی ہی ایک غلطی ابن الجوزی سے سرزد ہوئی، اُس نے دو جلدوں پر مشتمل موضوع احادیث کا مجموعہ ترتیب دیا، لیکن اُس میں ایسی ضعیف احادیث بھی ذکر کر دیں جن کا وضعِ حدیث کے ساتھ دور کا واسطہ بھی نہیں تھا، یہی نہیں بلکہ ابن الجوزی نے بعض حسن اور صحیح احادیث بھی اُس میں شامل کر دیں اور یہ بات ابن صلاح نے کہی ہے، شیخ الاسلام زکریا انصاری، ابن الجوزی کی اِس غلطی کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اُس سے یہ غلطی اِس وجہ سے سرزد ہوئی کہ حدیث کی ایک سند میں ایسا

راوی پایا گیا جس پر جھوٹ کا الزام لگایا گیا، جبکہ اُسی حدیث کی ایک دوسری بے عیب سند بھی تھی جس کی طرف ابن الجوزی کی توجہ نہیں ہوئی۔"

اسی حوالے سے امام سیوطی فرماتے ہیں:

و فی کتاب ولد الجوزی ما لیس من الموضوع حتی و هما من الصحیح و الضعیف و الحسوضمنته کتابی القول الحسن و من غریب ما تراه فا علم فیه حدیث من صحیح مسلم

- "ابن الجوزی کی کتاب میں ایسی احادیث بھی ہیں جو موضوع نہیں ہیں۔
- صحیح، ضعیف اور حسن احادیث کو بھی موضوع سمجھا گیا میں نے ایسی احادیث اپنی کتاب "القول الحسن" میں جمع کی ہیں۔
- اور اِس میں عجیب بات جو تمہیں نظر آئے گی وہ یہ ہے کہ اِس میں صحیح مسلم کی بعض احادیث بھی ہیں۔"

سیدی عبدالوهاب شعرانی ♦ نے فرمایا:

"جس نے یہ کہا کہ فرشتہ فقط نبی پر اترتا ہے جبکہ ولی کو الہام ہوتا ہے تو اُس نے غلط کہا، اور صحیح بات یہ ہے کہ ولی پر بھی فرشتہ اترتا ہے لیکن اُس ولی کے نبی کی اتباع میں اترتا ہے، اور اُس ولی کو اُس کے نبی کی وہ بات سمجھاتا ہے جسے وہ ولی اپنے علم کے ذریعے نہیں سمجھ سکا تھا، اِس بات کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ کسی حدیث کو ماہرینِ علوم حدیث نے ضعیف قرار دیا لیکن فرشتہ کسی ولی کو خبر دیتا ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے، اور شیخ اکبر امام ابن عربی حاتمی کے ہاں ایسی بہت سی مثالیں ہیں، انہوں نے باطنی قوت سے بہت سی احادیث کو صحیح قرار دیا، اور اِس وجہ سے وہ اپنے دور کے علماء کے ہاتھوں آزمائش کا شکار بھی ہوئے۔"

امام عبدالوھاب شعرانی کے اِس قول کی روشنی میں ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ حضرت غوثِ اعظم نے اپنی تصنیفات میں اگر ایسی احادیث لکھ دی ہیں تو ہم انہیں موضوع قرار دینے میں جلدی نہیں کریں گے۔ کسی شاعر کا یہ قول حکمت ودانش پر مشتمل ہے:

فحارب الأكفاء والأقرانا   فالمرء لايحارب السلطانا

''اپنے برابر اور ہم پلہ لوگوں سے لڑو جھگڑو، ایک عام انسان بادشاہ سے نہیں الجھتا۔''

معترض نے حضرت غوثِ اعظم کے وہ حالات نقل کئے ہیں جنہیں ابن حماد موصل نے تحریر کیا ہے، یہ تذکرہ اچھا ہوتا اگر اُس کا اختتام حضرت غوثِ اعظم کے حسنی نسب کی نفی پر مشتمل نہ ہوتا، اور اِس تذکرے کو معترض نے اِسی وجہ سے نقل کیا ہے، اور پھر معترض نے رات کے اندھیرے میں لکڑیاں جمع کرنے والے کی طرح حضرت غوثِ اعظم کے حسنی نسب کی نفی کرنے کے لیے جو کچھ اُس کی دسترس میں آیا اُسے تحریر کیا، اور اس نے بہت سے صفحے ایسے افکار کے اثبات کی خاطر سیاہ کردیئے جن سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

لوگوں کے نسب میں طعن وتشنیع سے ممانعت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اُن میں سے چند درج ذیل ہیں:

عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللّٰہ ﷺ: اثنتان فی الناس ھما بھم کفر، الطعن فی النسب والنیاحۃ علی المیت۔(۱)

حضرت ابوہریرہ ◆ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے وہ کفر میں مبتلاء ہیں، کسی کے نسب میں (بدنیتی سے) طعن کرنا اور بے صبری میت پر سے واویلا کرنا۔''

(۱) اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں (۸۲/۱) اور ابونعیم نے اپنی تخریج شدہ مسند میں (۱۵۳/۱) اور ابن الجارود نے اپنی منتقیٰ میں (۱۳۶/۱) میں روایت کیا۔

امام سیوطی نے اپنی جامع میں طبرانی کی "**المعجم الکبیر**" یہ حدیث ذکر کی ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ: ثلاث من الکفر باللّٰہ شق الجیب، والنیاحۃ والطعن فی النسب۔(۲)

"سیدنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین چیزیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کفر کے ارتکاب جیسی ہیں: مصیبت کے وقت دامن چاک کرنا، میت پر نوحہ کرنا، اور (جانتے بوجھتے) نسب میں طعن کرنا۔"

(۲) اس حدیث کو امام بخاری نے (۵/۲۳۸۴) اور قضاعی نے اپنی شہاب میں (۲/۳۲۶،۳۲۷) اور طبرانی نے اوسط میں (1/192) میں روایت کیا ہے۔

ابنِ حجر نے اِس حدیث کی تخریج کو "**الزواجر**" میں ابن حبان اور حاکم کی طرف منسوب کیا ہے، میں کہتا ہوں: "یہاں کفر سے مراد تحریم میں سختی اور ڈرانے میں شدت ہے، یا کفر کا ظاہری معنیٰ کا اُس شخص کے لیے ہے جو مذکورہ بالا امور کو حلال سمجھتا ہو، جیسے کہ نووی، سنوسی اور ابی نے مذکور بالا دونوں حدیثوں کی شرح میں فرمایا ہے۔" اور امام مناوی نے حدیث میں مذکور نسب میں طعن پر حکم کے حوالے سے فرمایا: "اِس سے مراد شریعت کے مطابق درست نسب میں طعن کی طرح لوگوں کی عزتوں کو اُچھالنا ہے۔"

امام سیوطی نے امام بیہقی کی روایت کردہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

خمس ھن قواصم الظھر: عقوق الوالدین، والمرأۃ یتأمنھا زوجھا تخونہ، وإمام یطیعہ الناس و یعصی اللہ عزو جل، و رجل وعد عن نفسہ خیرا فأخلف، و اعتراض المرء فی انساب الناس۔

"پانچ امور ایسے ہیں جو کمر توڑ دینے والے (یعنی ہلاکت میں ڈالنے

والے)ہیں :والدین کی نافرمانی ،اورعورت کا خاوند اُس پر اعتماد کرے اور
وہ اُس کے معاملے میں خیانت کرے، اور ایسا امام کہ لوگ اُس کی
اطاعت کریں جبکہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے،اور وہ آدمی جس نے
اپنے حوالے سے خیر کا وعدہ کیا اور پھر اُسے توڑ دیا،اور کسی انسان کا لوگوں
کے انساب میں (بدنیتی سے)طعن کرنا۔"

"المختصر الخلیلی"کی شرح میں ہے:

جس نے کسی عربی کو"اے فارسی!" کہہ کر بلایا، اُس پر قذف کی حد لازم ہے۔
کیونکہ اُس بلانے والے نے مخاطب کا نسب تبدیل کر دیا، اور حدیث میں ہے کہ قذف
سو سال کے اعمال کو تباہ کر دیتا ہے، یہ ساری وعیدیں مطلقاً انساب میں طعن کے حوالے سے
ہیں، اگر (عام لوگوں کے حوالے سے)یہ معاملہ اِس قدر حساس ہے تو سادات کے انساب
میں طعن کا انجام کیا ہوگا؟ اور سادات میں بھی اکابر اولیاء کے انساب میں طعن کرنے اور نفسانی
خواہشات کے تحت بے بنیاد دعویٰ کے ساتھ اُن کی عزتیں اچھالنے اور اُن پر اعتراض کرنے
کا وبال کیا ہوگا؟

امام بخاری نے ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تبارک
تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب۔"(۱)

"جس نے میرے کسی ولی سے عداوت رکھی میں نے اس کے ساتھ جنگ
کا اعلان کیا۔"

---

(۱) اِس حدیث کو ابن ماجہ نے ابواب الزھد کے تحت "باب ذکر الشفاعۃ" کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔

اور امام بخاری کی ہی ایک اور روایت ہے:

من أھان لی ولیا فقد بارزنی بالمحاربۃ۔(۲)

(۲) اسے طبرانی نے اپنی معجم کبیر اور معجم اوسط میں روایت کیا۔

"جس نے میرے کسی ولی کی توہین کی تو اُس نے مجھے جنگ کے لیے للکارا۔"

امام ابن حجر ہیتمی "کتاب الکبائر" اس حدیث کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"اس وعید سے بڑھ کر شدید کوئی وعید نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے خلاف جنگ کا اعلان سود خوری کی آیت میں ہی ذکر ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

فإن لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله و رسوله۔

"پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کرلو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔"

(۱) سورۃ البقرہ: ۲۷۹

اولیائے کرام سے عداوت رکھنے والا اور جسے اللہ تعالیٰ نے دشمن قرار دیا ہو کبھی فلاح نہیں پاسکتا۔ بلکہ ایسا شخص یقیناً کفر کی حالت میں مرتا ہے، ہم ایسی موت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، اور اُس سے التجا کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے ہمیں عافیت نصیب فرمائے۔

پھر حافظ ابن حجر نے حافظ ابن عساکر کا یہ قول نقل کیا:

"اے میرے بھائی اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے نیکی کی توفیق عطا فرمائے، نیز مجھے اور تجھے خیر کے راستے کی طرف رہنمائی فرمائے، تو جان لے کہ علماء کے گوشت زہر آلود ہیں (۱) اور علماء کی توہین کرنے والوں کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کی عادت سب کو معلوم ہے، جس نے علماء کے خلاف زبان کھولی اللہ تعالیٰ اُسے (جسمانی) موت سے پہلے دل کی موت میں مبتلا فرما دیتا ہے، جو لوگ اُس کے امر کی مخالفت کرتے ہیں انہیں اِس بات سے بچنا چاہیے کہ وہ

آزمائش سے دوچار ہوں یا اُن پر دردناک عذاب آئے۔"

(۱) یعنی اُن کی غیبت کرنے والا نقصان اٹھاتا ہے اور ہلاکت سے دوچار ہوتا ہے۔(مترجم)

ہمارے مشائخ کے شیخ سیدی محمد بن عبدالرحمٰن الازھری ﷫ نے فرمایا:

"اولیا، پر اعتراض کرنے والے پر نازل ہونے والا وبال لازمی نہیں کہ اُس کے مال، بدن یا اُس کی اولاد میں ہی دکھائی دے، بلکہ ممکن ہے کہ اُس معترض کی سنگدلی اور برے انجام کی صورت میں ظاہر ہو، ہم اِس وبال سے اللہ تعالٰی کی پناہ مانگتے ہیں۔"

ہم اللہ تعالٰی سے التجاء کرتے ہیں کہ گمراہ کرنے والوں کے ظاہری اور مخفی فتنوں سے محفوظ رکھے۔

معترض نے اپنے جن اعتراضات کے ذریعے صفحے سیاہ کیے اور یہ گمان کیا کہ وہ اعتراضات قاطع دلائل ہیں، وہ سب اعتراضات اُن اقتباسات پر مشتمل ہیں جن کے ذریعے معترض نے حضرت غوثِ اعظم کے نسب شریف میں اتصال نہ ہونے کی تہمت لگائی ہے۔ معترض نے اقتباسات پر ہی زور رکھا ہے اور بہت سے صفحات کالے کردیے، ماہرین اِنساب اور مؤرخین کی طرف گھڑی ہوئی باتیں منسوب کرکے اُس کم علم معترض نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ اُن ماہرین اِنساب اور مؤرخین نے حضرت غوثِ اعظم کے حسنی حسینی نسب کی نفی کی ہے، حالانکہ انہوں نے مشہور اور متواتر حقائق کا انکار نہیں کیا، اللہ تعالٰی معترض کی بددیانتی کو جانتا ہے، اور باطل حق کے سامنے نہیں ٹھہرتا۔

اذا جاء موسٰی وألقی العصا فقد بطل السحر و الساحر

"جب موسٰی ◆ تشریف لائے اور آپ نے عصا مبارک میدان میں پھینکا تو سحر اور ساحر دونوں فنا ہوگئے۔"

اور جس عمارت کو بنیادوں کے بغیر بنایا گیا ہو اُسے گرانا درست ہے۔ اِس سلسلے میں

ہم ماہرینِ انساب کی اُن کتابوں کا حوالہ دیں گے جن سے حضرت غوثِ اعظم کے نسب کا حضرت سیدنا حسن ◆ تک پہنچنا درست ثابت ہوتا ہے، پھر ہم غوث اعظم کا نسب فقہی زاویے سے ثابت کریں گے، پھر ہم معترض کی گفتگو میں پائے جانے والے شبہات کا ایک ایک کرکے جائزہ لیں گے اور اُن سب کا ایک مرتبہ ہی رد کریں گے، عربی کی ضرب المثل ہے:

"الضرب لواحدة ضرب لبقيتهن"

"ایک پر چوٹ لگانا سب پر چوٹ لگانے کے برابر ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو سیدھا راستہ دکھائے، نیز ہمیں اور آپ کو غلطیوں کے ارتکاب سے محفوظ رکھے، جان لو کہ حضرت الشیخ سید عبدالقادر جیلانی (اللہ تعالیٰ ہمیں نواسہ رسول سیدنا حسن ◆ کے ساتھ ملے ہوئے حضرت غوثِ اعظم کے نسب کی برکت سے مالا مال فرمائے) کا نسب سیدنا حسن ◆ سے ملا ہوا ہے، علم انساب کے ماہرین اور کہنہ مشق محققین نے اِس بات کی بہت کھلے الفاظ میں وضاحت کی ہے اور سب نے یہ بات بھرپور اعتماد سے کہی ہے، ہم اُن میں سے جنہیں جانتے ہیں اُن کا ذکر کریں گے، اللہ تعالیٰ اُن سب پر رحمت فرمائے۔

1- علامہ تہامی حلمی حسنی نے اپنی کتاب "**شذور الذهب في خير نسب**" بغداد کے سادات کو تین گروہوں میں شمار کیا ہے اور جیلانی سادات اِن تینوں میں سے ایک ہیں، صاحبِ "**شذور الذهب**" نے فرمایا:

"اِن جیلانی سادات کے جدِ اعلیٰ سیدی عبدالقادر جیلانی ◆ ہیں، جن کا حسنی نسب کسی سے اوجھل نہیں۔"

اِن بزرگوں نے شدید احتیاط کے نکتۂ نظر سے مغرب کے ایسے بہت سے لوگوں کو سادات میں شمار نہیں کیا جو اپنے آپ کو سید کہتے ہیں۔

2- مشہور عالم امام احمد بن محمد بن جزی اندلسی غرناطی نے اپنی تصنیفِ لطیف:

"مختصر البیان فی نسب آل علیؓ امام حسنؓ ♦ تک حضرت غوثِ اعظم کا نسب تحریر کیا ہے۔

3- "جوھرۃ العقول فی ذکر آل الرسولﷺ کے مصنف ماہر انساب علامہ شیخ عبدالرحمٰن بن عبدالقادر فاسی نے اپنی مذکورہ کتاب میں فقط ایسے سادات کا ذکر کیا جن کے سید ہونے پر اجماع ہے، اور انہوں نے اپنی کتاب کے شروع میں اِس بات کی نشاندہی بھی فرمائی، انہوں نے یہ کتاب اپنے والد کی اجازت سے تحریر کی۔

4- حافظ ابن حجر عسقلانی نے "غبطہ" میں حضرت غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا۔

5- علامہ ابنِ عرضون نے بھی حضرت غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا جیسے کہ اُن سے علامۂ مغرب شیخ محمد قنوتی نے نقل کیا۔

6- ابن جوزی کے نواسے کی تصنیف "مرآۃ الزمان" میں بھی حضرت غوثِ اعظم کا نسب شریف مذکور ہے۔

7- "مرآۃ المحاسن" میں ماہر انساب علامہ شیخ محمد عربی فاسی نے فرمایا:

"فاس میں بھی قطبِ ربانی سیدی عبدالقادر جیلانی ؓ کی اولاد میں سے قادری سید پائے جاتے ہیں، اُن کا نسب حضرت غوثِ اعظم سے جاملتا ہے۔"

پھر انہوں نے حضرت غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا۔

8- حضرت غوثِ اعظم کا سیدنا حسن تک نسب "انساب القرطاس" میں بھی تحریر کیا گیا۔

9- انساب کے ماہر علی بن فرحون نے اپنی کتاب: "الاعتبار وتواریخ الأخبار والتعریف بالنسبة الی النبی المختار" میں ذکر کیا، یہ بزرگ معروف فقیہ ابراہیم نہیں ہیں بلکہ اِن کا نام علی ہے اور یہ "ذم الخبائث" نامی کتاب کے مصنف ہیں۔

10- انساب کے ماہر علامہ ابن الطیب نے اپنی نظم: ''الإشراف علی نسبة الاقطاب الأربعة الأشراف'' میں بھی حضرت غوثِ اعظم کے (حسنی) نسب کا ذکر کیا۔چاروں اقطاب نظم کے آغاز کے فوراً بعد مذکور ہیں:

هذا نظام العمود نسب ال أربع الاقطاب اهل الرتب

الشيخ عبد القادر الجيلانی و ابن مشيش مفرد الايمان

والشاذلی الكامل الوصول و ابن سليمانهم الجزولی

''یہ رتبے والے چار اقطاب کا نسب نامہ ہے، شیخ عبد القادر جیلانی، ابنِ مشیش جو منفرد ایمان والے ہیں، اور شاذلی جو بارگاہ میں کامل طور پر پہنچنے والے اور اُن کے سلیمان کا بیٹا جزولی۔''

11- شیخ محمد بن عبدالرحمٰن فاسی نے ''المنح البادية'' میں حضرت غوثِ اعظم کا نسب ذکر فرمایا، اور انساب کے لکھنے میں اُن کی مہارت کو سب جانتے ہیں، اور شیخ صاحب نے ''المنح'' میں علم الانساب کو اُن علوم میں سے شمار کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے، اور انہیں علم الانساب میں اہلِ علم سے اجازات بھی حاصل ہیں۔

12- شیخ مراد بغدادی۔

13- شیخ مَساوی کی تصنیف: ''نتيجة التحقيق فی بعض اهل النسب الوثيق'' میں بھی غوثِ اعظم کا نسب مذکور ہے، اور شیخ مَساوی سادات کے انساب کو تحریر اور ضبط کرنے والے ہیں، آپ نے اپنی بعض تصنیفات میں بعض مشہور شخصیات سے انساب میں واقع ہونے والی غلطیوں کو درست کیا ہے۔

14- شیخ محمد بن قاسم قصار (نے بھی حضرت غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا ہے) اُن کے بارے میں شیخ مَساوی کہتے ہیں: ''میں اُن کی ایسی تحریر پر مطلع ہوا ہوں جو اُن کے

ہاتھ کی تحریر نہ تھی، آپ ایسی شخصیت تھے کہ علم الانساب میں آپ پر اعتماد کیا جاتا تھا، اور آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا، کیونکہ آپ اِس علم میں گہری جستجو کرنے والے اور اِس علم کا بہت اہتمام کرنے والے، راسخ علم والے اور دین میں متانت والے تھے، اور شیخ منساوی نے آپ کی بہت زیادہ تعریف کی بالخصوص نسب شریف کی تحریر کے اعتبار سے، یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا: ''سیدی عبدالقادر فاسی نے شیخ قصار کی بہت زیادہ تعریف کے بعد علوم میں اُن کی مہارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''وہ سادات کے انساب کے ماہر تھے اور اِس سلسلہ میں صاحبِ تحقیق تھے، جب وہ اِس فن میں گفتگو کرتے تو کوئی اُن کے سامنے آتا اور نہ اُن کے مرتبہ ومقام تک پہنچتا۔''

حافظ تنسی نے ''نظم الدرر والعقیان'' میں حضرت غوثِ اعظم کے جدِ اعلیٰ موسیٰ الجون کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کی اولاد میں برکت ڈالی تو ان میں سے تین گروہ بادشاہ بنے: بنو الاخیصر اور ہاشمی یمامہ کے بادشاہ بنے، اور بنو عزیز مکہ کے بادشاہ بنے، اور بنو عزیز میں اب تک بادشاہی موجود ہے۔'' (ملخصا)

شیخ قصار نے تنسی کے مذکورہ کلام پر روشنی ڈالتے ہوئے وہ کچھ لکھا جس کی عبارت کچھ یوں ہے:

'' سیدنا عبدالقادر جیلانی کامل برکت اور وسیع نعمت والے ہیں، جو حقیقۃً مُلک (حکومت) اور قطبیت و خلافت والے تھے، اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی ذرّیت میں کتنے ہی نیک اور صالح افراد ہیں۔''

میں کہتا ہوں: قتادہ وہی شخص ہے کہ جب خلیفہ نے انہیں بلایا اور نہ آنے پر شکوہ کیا تو انہوں نے خلیفہ کو یوں کھرا سا جواب دیا:

ولی کف ضرغامٍ اذا ما بسطتهابها اشتری یوم الوغی و ابیع
معودة لثم الملوك لطهرهاو فی بطنها للمجدبین ربیع
أأ ترکها تحت الرهان و ابتغی بها بدلا ءنلی اذا لُوضیع
وما انا الا المسک فی ارض غیرکمأضوع و اما عند کم فاضیع

- میرے پاس شیر کے پنجے جیسی ہتھیلی ہے جسے میں جنگ کے دن پھیلاتا ہوں تو اُس کے ذریعے (جانیں) خریدتا اور بیچتا ہوں۔
- یہ ہتھیلی اپنی پاکیزگی کے سبب بادشاہوں کے ہاتھوں کو ہی مس کرتی ہے اور بنجر زمینوں کے لیے اِس میں بہار ہے۔
- کیا میں ایسی ہتھیلی کو رہن رکھ کر اُس کے بدلے کچھ لے لوں؟ اگر میں ایسا کروں تو میں گھٹیا ہوں۔
- میں تمہارے غیر کی زمین میں مہکتی ہوئی خوشبو "مشک" ہوں، جبکہ تمہاری زمین میں تو مَیں ضائع ہو جاؤں گا۔

15- عالم دین شیخ محمود بن عباد اندلسی۔
16- عالم دین شیخ علی بن عبدالوھاب شامی۔
17- شیخ عبدالواحد وانشریسی۔
18- اپنے دور کے علامہ اور اپنے زمانے میں اہلِ ورع کے امام شیخ رضوان بن عبداللہ۔
19- شیخ عبدالواحد بن احمد حمیدی۔
20- شیخ علی صقلی کی تصنیفات، اِن آخری چھ کتب پر محقق مناوی مطلع ہوئے اور انہوں نے اپنی ضرورت کے مطابق اِن سے اقتباسات بھی لئے، اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم بھی غوثِ اعظم کا نسب تفصیل سے بیان کرتے۔
21- عارفِ کامل اور ماہرِ علم الانساب شیخ ابو توفیق ملیجی مصری نے اپنی کتاب: "سرور

القلب میں حضرت غوثِ اعظم کا نسب لکھا۔

22- کتاب ”الدر السنی فی بعض من بفاس من اهل النسب الحسنی“

23- ابن الوردی نے اپنی تاریخ میں لکھا۔

24- حافظ علی بن سلطان القاری المکی نے ”نزهة الخاطر الفاتر فی مناقب سیدی الشریف عبدالقادر الحسنی الحسینی“ لکھی۔

25- ”نور الابصار فی مناقب آل النبی المختار“ کے مؤلف نے بھی لکھا، اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ مذکورہ بالا کتاب کے مصنف اہلِ بیت کرام کے انساب اور اُن کے سلاسل میں اتصال وعدمِ اتصال کے کتنے بڑے عالم تھے۔

26- علم الانساب کے ماہر حافظ شیخ عبداللہ بن طاہر سجلماسی سے فاس کے رہنے والے کسی دوست نے پوچھا: ”جناب میں اہلِ بیت سے محبت رکھتا ہوں، آپ فاس میں سے اہلِ بیت کے کس فرد کی نشاندہی فرمائیں گے؟ تو آپ نے فرمایا:

”فاس میں صحیح نسب والے بعض قادری سادات موجود ہیں۔“

اور شیخ عبداللہ نے بعض ایسی مشہور شخصیات کی نشاندہی کی جن کی خانوادۂ نبوت کے ساتھ نسبت درست نہیں تھی۔

27- سیدی علی بن موسیٰ الجزائری کے ہاتھوں ”شجرة الانساب کی تلخیص میں۔

28- ”المشجر المحمدی (میں بھی حضرت غوثِ اعظم کا نسب شریف مذکور ہے) اور میں اِس کتاب کے اصل نسخہ پر بھی مطلع ہوا، اِس پر تقریباً چوہتر ماہرین علم الانساب کی تصدیقات ثبت تھیں، اُن میں سے ولیِ کامل علامہ سیدی ابوالغیث القشاش تونسی، ”یافا“ نامی شہر کے نقیب الاشراف سید احمد مکی، قدس شریف کے نقیب الاشراف سید محمد علی اور سیدی علی عزوز وغیرہ کے دستخط تھے جبکہ بعض حضرات کے دستخطوں کے ساتھ ساتھ اُن کی مہریں بھی ثبت تھیں، یہ علم الانساب کے ماہرین کی

آخری کتاب تھی جس میں حضرت غوثِ اعظم کے نسب پر مطلع ہوا، اب میں حضرت غوثِ اعظم کے حسنی نسب کے بارے میں مؤرخین، علماء اور اولیاء کے اقوال پر مشتمل مناقب والے اقتباسات کی نشاندہی کرتا ہوں۔

29- علم ظاہر و باطن کے جامع قطبِ ربانی سیدی عبدالوھاب شعرانی نے اپنی **طبقات** میں حضرت غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا۔

30- جلیل القدر عالم اور مشہور ولی سید احمد زروق فاسی نے بھی ذکر کیا۔

31- شیخ صفدی نے بھی ذکر کیا۔

32- ''الفتح الربانی'' کے مصنف عفیف الدین مبارک نے بھی ذکر کیا۔

33- **الاستاذ بامخرمہ** نے بھی حضرت غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا۔

34- شیخ مراد شاذلی نے ''الفتح الکامل'' میں ذکر کیا۔

35- شیخ علی بن یوسف **المیبی** بھی ذکر کیا۔

36- مولانا نورالدین جامی نے ''**نفحات الانس**'' میں ذکر کیا۔

37- **انس الجلیس** شارح ابن بادیس۔

38- امام عبداللہ یافعی یمنی نے بھی ذکر کیا۔

39- حافظ ذہبی نے بھی ذکر کیا جیسے کہ شیخ مناوی نے اُن سے نقل کیا۔

40- حضرت غوثِ اعظم کے صاحبزادے حضرت عبدالرزاق نے ''فتوح الغیب'' کے مقدمہ میں فرمایا: ''میرے والد ابو محمد محی الدین عبدالقادر'' پھر نواسئہ رسول حضرت امام حسن ◆ تک نسب ذکر فرمایا، ایک اور جگہ فرمایا: ''میں نے اپنے والد گرامی سے اُن کا نسب پوچھا تو آپ نے خود مجھے اپنا نسب بتایا۔'' میں نے سیدی عبدالرزاق کا یہ فرمان معترض کے قول کے رد میں ذکر کیا ہے۔ حضرت غوثِ اعظم یا آپ کے صاحبزادوں نے تو حضرت امام حسن ◆ تک نسب کی نفی نہیں کی ہے۔

41- ''الابریز'' کے مصنف سیدی احمد بن المبارک للمطی نے بھی ذکر فرمایا۔

42- جامع الاصول کے نام سے مشہور کتاب میں بھی آپ کا نسب شریف مذکور ہے۔

43- الشیخ المحبی نے ''خلاصۃ الاثرفی ترجمۃ السید نعمۃ اللہ'' کو لیا۔

44- ولی کامل عاشق رسول امام عبدالرحیم بُرعی نے اپنے قصیدہ میں نبی کریم ﷺ اور سلسلہ قادریہ کے مشائخ کو وسیلہ بناتے ہوئے ذکر کیا۔ اس قصیدے کا مطلع ہے:

لکل خطب مہم حسبی اللہ ارجو بہ الامن مما کنت اخشاہ

''ہر بڑی مشکل کے لئے ''حسبی اللہ ونعم الوکیل'' ورد ہے، میں اس ورد کے ذریعے ہر ایسی پریشانی سے نجات کی امید کرتا ہوں جس سے میں خوفزدہ ہوا کرتا تھا۔''

اس قصیدے میں امام بُرعی نے حضرت غوثِ اعظم کے شیخ طریقت حضرت ابوسعید مخزومی کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

ومنہ فی الشیخ عبدالقادر ابتھجت لائح الفضل نورا فی محیاہ

کالشمس تسفر من اقصی مطالعھا او کالبدر مل العین مرآہ

وکالغمام اذا استمطرتہ کرما و کالصبا خلقا ان رق مبواہ

من آل فاطمۃ الزھراء ذوشرفیاتی بہ الدھر فردا عن مثناہ

علی جلالہ انوار ھیبتہ کالسیف ان رق حسنا رق حداہ

☜ ''اُن (یعنی شیخ ابوسعید مخزومی) سے شیخ عبدالقادر جیلانی کے چہرے میں فضلیت کے آثار نور بن کر چمکے۔

☜ اُس سورج کی طرح چمکے جو اپنے مطالع سے اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ چمکتا ہے اور چودھویں کے اُس چاند کی طرح روشن ہوئے جس کا نور آنکھوں کو بھاتا ہے۔

☜ اور جب تم اُن سے کرم کی التجاء کرو تو آپ بادل جیسے ہیں اور آپ کے اخلاق بادِ صبا

کی طرح ہیں جب وہ چلتی ہے۔

- آپ سیدہ فاطمہ ▢ کی اولاد میں سے ایسے عظمت والے ہیں کہ زمانہ اُن کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔
- آپ کے جلال پر آپ کی ہیبت کے انوار دو دھاری تلوار جیسے ہیں جو بظاہر خوبصورت ہے لیکن وہ دونوں طرف سے کاٹ دار ہے۔"

45- شیخ جبرتی نے اپنی تاریخ میں حضرت غوثِ اعظم کی اولاد میں سے سید عبدالخالق مصری کے حالات میں آپ کا نسب ذکر کیا۔

46- سیدی محمد المنلا تونسی نے بھی غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا۔

47- قلائد الجواہر للشیخ ابن یحیٰ تادفی میں بھی آپ کا نسب مذکور ہے۔

48- مقدس اربلی کی کتاب "تفریج الخاطر" میں بھی آپ کا نسب ذکر کیا گیا ہے۔

49- بہت سی کرامات اور انوار والی شخصیت سیدی محمد بن اسماعیل کیالی حلبی نے اپنے رسالہ میں (ذکر کیا) اور آپ کو سلسلہ قادریہ، شاذلیہ، رفاعیہ اور نقشبندیہ میں اجازت حاصل ہے، اور آپ کے رسالے "المشارب السنیہ" پر پچھتر حضرات کی گواہی (دستخط) ہے۔

50- الشیخ محمد عیسیٰ قیروانی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔

51- صوفیانہ ذوق والے عالم شیخ محمد امین گیلانی تیونسی نے "المواہب الجلیلہ" میں ذکر کیا۔

52- قطب وقت سیدی عبداللہ باعلوی یمنی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔

53- "سالک الامصلک" مصنف ابن فضل اللہ نے بھی غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا۔

54- ابن شاکر نے اپنے "تکملہ" میں آپ کا نسب ذکر کیا۔

55- شیخ ابن الزکی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔

56- سیدی مصطفیٰ البکری نے بھی آپ کا نسب ذکر فرمایا۔

57- علامہ یفرنی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔

58- امام ابن الازرق نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔

59- سیدی عبد السلام الاسمر نے بھی حضرت غوثِ اعظم کا نسب ذکر کیا۔۔

60- امام منزلی نے بھی آپ کا نسب ذکر کیا۔

61- عالِم ربانی سید ابو بکر شطا مکی کی تصنیف "نفحۃ الرحمٰن میں سیادتِ غوثیہ کا ذکر فرمایا۔

62- شیخ عیسیٰ تیجانی نے اپنے تحریر کردہ استغاثہ میں حضرت غوثِ اعظم کے نسب شریف کی صراحت کرتے ہوئے کہا:

مولای عبدالقادر الجیلانی عونا علی ذی خسۃ أظانی

"میرے آقائے نعمت حضرت عبد القادر جیلانی جو مجھے پریشان کرنے والے خسیس دشمن کے خلاف میرے مددگار ہیں۔"

میں کہتا ہوں: "یہ امت کے باسٹھ علماء و مشائخ ہیں، اِن میں جلیل القدر اولیاء اور مختلف علاقوں کے اکابر علماء بھی ہیں، اور وہ سب کے سب حضرت غوثِ اعظم کے حسنی حسینی نسب شریف کے معترف ہیں، اِن میں سے کسی نے آپ کے نسب کے بارے میں کسی ضعیف اختلافی قول کا اشارہ بھی نہیں دیا، بعض لوگوں نے یہ نسب انساب کے قدیم رجسٹروں سے لیا، اور بعض لوگوں نے اِسے اُس متواتر روایت سے لیا ہے جس پر جھوٹ کا گمان بھی محال ہے، اور بعض لوگوں نے اپنے صائب کشف سے حاصل کیا ہے، اور یہ اہلِ ظاہر کے صریح ثبوت سے بڑھ کر ہے، کیا اِن حضرات کے اِجماع کے بعد شک وشبہ کی گنجائش رہ جاتی ہے؟ جو آدمی چاہے وہ مذکورہ بالا کتابوں پر مطلع ہو سکتا ہے۔ یہ کتابیں موجود ہیں اور فقہی نکتۂ نظر سے حکم یہ ہے کہ نسب سماع اور لاتعداد زبانوں پر عام ہونے کی صورت میں عملی گواہی کے باعث ثابت ہو جاتا ہے، اور اِس حکم پر چاروں ائمۂ مذاہب متفق ہیں،

اور یہی امر سُنتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کے دائرے کا محیط ہے۔

نسب کے مسئلے پر ہمارے مالکی مذہب کے مطابق، واضح حکم خلیلی کی ''مختصر'' اور ''تحفہ'' وغیرہ میں موجود ہے، جبکہ اس مسئلہ پر باقی تینوں ائمہ کا اجماع اِن تینوں حضرات کے مذاہب کی کتب میں مذکور ہے، اور جس نے اِن سب حضرات کی آراء ایک جگہ دیکھنی ہوں وہ چاروں فقہی مذاہب کے ماہر اور محقق سیدی عبدالوہاب شعرانی ؒ کی ''المیزان الکبریٰ'' کا مطالعہ کرے، امام ابوحنیفہ پانچ چیزوں کو زبان زدِعام ہونے پر معتبر سمجھتے ہیں اور اُن پانچ میں سے ایک نسب ہے، اور امام شافعی آٹھ چیزوں کو زبان زدِعام ہونے پر معتبر سمجھتے تھے اور اُن میں سے ایک نسب ہے، امام احمد نو چیزوں کو جبکہ امام مالک انیس چیزوں کو زبان زدعام ہونے پر معتبر سمجھتے تھے اور اُن میں سے ایک نسب بھی ہے، اِس طرح نسب زباں زدِعام ہونے پر سب کے ہاں معتبر قرار پاتا ہے۔

محقق تسولی نے ''تحفہ'' پر اپنی شرح میں فرمایا:

''ابن القاسم سے کہا گیا: ''جو شخص آپ کے والد کو نہیں جانتا اور اُسے یہ بات سماعی طور پر ہی معلوم ہے کہ آپ ابن القاسم کے بیٹے ہیں، کیا وہ آپ کے ابن القاسم ہونے کی گواہی دے سکتا ہے؟''

تو ابن القاسم نے فرمایا:

''ہاں ایسا شخص یہ گواہی دے سکتا ہے، اور ایسی گواہی سے نسب اور وراثت ثابت ہو سکتی ہے، اور بچہ صحیح النسب شمار ہوگا۔ اِس بارے میں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ جب کوئی خبر مشہور ہو جائے تو وہ خبر علم کا فائدہ دیتی ہے۔''

اگر آپ چاہیں تو اس عبارت کا باقی حصہ بھی دیکھ لیں۔ حضرتِ مصنف نے اپنے موقف کی تائید کے لئے طویل گفتگو فرمائی ہے۔

محقق تسولی نے ''تحفہ'' میں ایک دوسری جگہ فرمایا:

"سماع کو نسب کے معاملے میں معتبر مانا جائے گا اگر چہ وہ نسب سرورِ عالم ﷺ تک پہنچتا ہو۔"

اور انساب کو بھی اُسی طرح ملکیت میں لیا جاتا ہے جیسے عام مادی اشیاء کو ملکیت میں لیا جاتا ہے، امام مالک کا یہ قول اجہوری نے اپنے فتاویٰ میں نقل کیا ہے۔ اور لوگوں کے زبان زدِ عام وخاص انساب کی تصدیق کی جائے گی جیسے کہ سیدی خلیل نے "التوضیح" میں فرمایا ہے، اور امام ولی الدین بن خلدون نے اپنے "مقدمہ" میں سرکارِ دو عالم ﷺ تک پہنچنے والے نسب کے اثبات کے حوالے سے سماع کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ اور اس مسئلہ میں اِسی طرح کا فتویٰ قطر میں مالکی مجلس شوریٰ کے صدر، عصرِ حاضر کے بہت بڑے عالِم دین سید ابراہیم ریاحی افریقی نے بھی ایک رسالہ کی صورت میں دیا ہے، اِس رسالے میں کبار شخصیات کے اقوال نقل کئے ہیں کہ لوگوں کے انساب (مشہور ومعروف ہونے پر اُن) کی تصدیق کی جائے گی، اگر چہ یہ نسب سرورِ عالم ﷺ تک پہنچتا ہو، اور جو شخص ایسے نسب کی بلاوجہ نفی کرے گا اُس پر حدِ قذف کا حکم لگایا جائے گا، اور سیدی ابراہیم ریاحی نے اپنے رسالے میں "مدونہ" اور دیگر کتب سے ایسے کثیر اقوال نقل کیے ہیں جو اُن کی تائید کرتے ہیں، اور اُن اقوال کے آخر میں آپ نے فرمایا:

"امید ہے کہ انساب کی تصدیق کے بارے میں علماء کے اِس قدر اقوال اُس شخص کے لیے کافی ہوں گے جس کی بصیرت نے توفیق کے نور کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا ہو، اور پیشِ نظر رسالے میں مذکورہ بالا موضوع پر تفصیلات کا احاطہ ممکن نہیں۔"

ہمیں معترض کے کلام کا جائزہ لینے کے لیے پھر سے اُس کی طرف لوٹنا چاہیے اگر چہ اُس کے سابقہ اعتراضات اُس گفتگو کے باعث لکھے گئے جو ہم نے حضرت غوثِ اعظم کا نسب ثابت کرنے کے لیے پچھلے صفحات میں کی ہے، اِس لیے کہ ایسے مسئلے کی وضاحت کرنا

جس پر اہلِ فکر ودانش کی نظر مرکوز ہو، اوہام کے غبار کو دور کرنے کے لیے انتہائی مؤثر ہے۔

معترض نے کہا: ابنِ حماد موصلی نے عبداللہ بن محمد بن یحییٰ حسنی کے حالات ذکر کرتے ہوئے کہا: "اُن کا ۴۵۰ھ میں وصال ہوا اور وہ قبیح شریف میں دفن ہوئے۔" یہ وہ شخصیت ہیں جن کی طرف ماہرینِ انساب نے حضرت غوث پاک کو منسوب کیا ہے اور اُن کے بارے میں سید افطس نے کہا ہے: "اُن کا ۴۶۰ھ میں انتقال ہوا اور اُن کی عمر بیس سال سے کم تھی۔" اور ماہر انساب ابن میمون وغیرہ نے بھی ایسی ہی بات کہی ہے۔ انہوں نے (حضرت غوثِ اعظم کے پوتے) قاضی ابو صالح نصر بن عبدالرزاق بن حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے دادا کو عبداللہ بن محمد کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا ہے: "آپ عبدالقادر بن جنگی دوست بن عبداللہ ہیں۔" پھر انہوں نے کہا: "شیخ ابو صالح نصر نے اپنے اِس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں دی، جبکہ یہ نسب نہ تو حضرت غوثِ اعظم نے بیان فرمایا اور نہ ہی آپ کی اولاد میں سے کسی نے ذکر کیا بلکہ انساب کے ماہرین نے بہت قوی دلائل سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم عبداللہ بن احمد بن یحییٰ کی نسل سے ہیں، اُس عبداللہ بن محمد بن یحییٰ کی نسل سے نہیں جس کی طرف بعض لوگوں نے حضور غوث پاک کو منسوب کیا ہے۔"

میں کہتا ہوں: "معترض کو حضرت غوثِ اعظم کے نسب شریف کو جھٹلانے کے لئے جو خیالات سوجھے اُن میں سے ایک یہ تھا کہ اُس نے حضرت غوثِ اعظم کے نسب میں ایک نام (عبداللہ بن محمد) کا یوں اضافہ کر دیا: آپ عبدالقادر بن ابو صالح موسیٰ بن عبداللہ بن محمد بن یحییٰ ہیں، اور اِس بدنیت نے یہ اضافہ اِس لیے کیا کہ وہ عبداللہ بن محمد کے حالات پر مشتمل کتابوں سے یہ ثابت کر سکے کہ یہ عبداللہ بن محمد تو (کم عمری میں) بے اولاد ہی اِس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا، حالانکہ حقیقی صورت حال یہ ہے کہ امام جیلانی کے نسب میں عبداللہ بن محمد نام کا کوئی فرد ہے ہی نہیں۔ بلکہ آپ کے والدِ گرامی ابو صالح موسیٰ ﷺ

عبداللہ ؓ بن یحیٰی ؓ کے بیٹے ہیں، اور علم الانساب کے ماہرین کی وہ تصنیفات جن میں حضرت غوثِ اعظم کا نسب مذکور ہے، اُن میں عبداللہ بن محمد کا نام ہی نہیں ملتا، جن کتابوں کے نام ہم نے گزشتہ صفحات میں ذکر کیے ہیں اُن میں سے بعض کتابوں میں اتنی بات مذکور ہے کہ غوثِ جلی کا نسب شریف (والد کی طرف سے) نواسۂ رسول سیدنا حسن سے ملتا ہے لیکن اُن کتابوں میں نسب کی تفصیل نہیں ملتی۔

تمیں سے زیادہ کتابوں میں سیدنا حسن ♦ تک حضرت غوثِ اعظم کے اجداد کے مبارک نام یوں مذکور ہیں: آپ عبدالقادر بن ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن عبداللہ، بن یحیٰی زاہد، بن محمد بن داؤد، بن موسیٰ (ا) بن عبداللہ بن موسیٰ الجون، بن عبداللہ الکامل، بن الحسن المثنی بن الحسن السبط۔

(ا) "السیف الربانی" احمد فرید مزیدی کی تحقیق کے ساتھ طبع شدہ میں اس جگہ محمد بن داؤد (۸/ق) ابی موسیٰ بن عبداللہ تحریر ہے جبکہ بمبئی سے طبع شدہ (سال طباعت مذارد) نسخے میں محمد بن داؤد بن موسیٰ بن عبداللہ تحریر ہے راقم نے اِسی کو اختیار کیا ہے کیونکہ اِسی طرح حضرت غوثِ اعظم اور سیدہ فاطمہ □ کے درمیان گیارہ واسطے مکمل ہوتے ہیں جن پر مورخین اور ماہرین انساب متفق ہیں۔ کتاب کا ترجمہ مکمل ہونے بعد "السیف الربانی کا قیمرا نسخہ (جو کہ دمشق کے چھاپے کا عکس ہے) سامنے آیا تو اُس میں بھی وہی ترتیب تھی جو کہ بمبئی والے نسخے میں پائی گئی تھی۔ (ممتاز احمد سدیدی)

"بہجۃ الاسرار" میں حضرت غوثِ اعظم کا نسب یوں ذکر کیا گیا ہے: "**موسیٰ ابن ابو عبداللہ بن یحییٰ**" قارئین کرام! اِس تحریر کے باعث الجھن میں مبتلا نہ ہوں، کیونکہ عبداللہ سے پہلے "ابو" کا لفظ یا تو مؤلف کے قلم سے بے ارادہ تحریر ہو گیا ہے یا کاتب نے غلطی سے تحریر کر دیا ہے، اِس لیے کہ شیخ شطنوفی نے موسیٰ بن عبداللہ بن ابو عبداللہ نہیں کہا، ورنہ اُن کا کلام معترض کے کلام سے موافق ہو جاتا۔ شیخ قصار نے اپنے بعض رسائل میں ابنِ عرضون کے حوالے سے کہا ہے:

"انساب اور تواریخ میں غلطیاں ہو رہی ہیں (اور ہوتی رہیں گی) یہاں

تک کہ اللہ تعالیٰ غلطیوں کی نشاندہی کرنے والوں کو اٹھا لے گا۔"

علم الانساب کے ماہرین اور مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ (حضرت غوثِ اعظم کے نسب میں مذکور) موسیٰ کے والد عبداللہ بن یحییٰ ہیں اور "بہجة الاسرار" کے مؤلف بھی اِس بات میں علم الانساب کے ماہرین اور مؤرخین کے ہم خیال ہیں کہ سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی ♦ اور سیدہ فاطمہ □ کے درمیان فقط گیارہ واسطے ہیں، معترض نے آپ کے نسب شریف میں یہ بارھواں واسطہ اِس لئے بڑھایا ہے تاکہ وہ اپنا مذموم مقصد حاصل کر سکے، اللہ تعالیٰ اِس معترض کی یہ آرزو پوری نہ فرمائے۔ حضور غوث پاک کا نسب شریف بیان کرنے والوں میں سے گزشتہ صفحات میں مذکور چاروں اقطاب کے نسب تحریر کرنے والے (امام عبدالرحیم بُرعی) کا نام بھی شامل ہے اور یہ نظم طبعی طور پر خود اپنی نگہبان ہے:

اعلم بأن الشيخ عبد القادرسلطان أقطاب الورى الأكابر
له تضمن محموذ النسب أحد عشر والدإلى النبى
هو ابن موسٰى نجل عبد اللّٰهولد يحيٰ الزاهد الأواه
ابن محمد بن داؤد ابن المرتضٰيموسى كريم اليد(1)
ابن الآباء الكرام عبد اللّٰه وهوابن موسى الجون ذى الأنباه
و هو ابن عبد اللّٰه ذاك الأسنٰى الكامل ابن الحسن المثنٰى
ابن الإمام الحسن بن فاطمه و ابن على ذى المعالى القائمه

(1) یہ شعر احمد فرید مزیدی کی تحقیق کے ساتھ طبع شدہ نسخے میں یوں تحریر تھا:

ابن محمد بن داؤد ابن المرتضٰيموسى الجون ذى الأنباه

یہاں شعر کا دوسرا مصرع کمپوزر کے ہاتھوں شاید غلط ٹائپ ہو گیا تھا جبکہ اِس سے اگلا شعر سرے سے تحریر ہی نہیں تھا، اِس غلطی کے باعث سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا تک حضرت اعظم کے نسب میں آنے والے گیارہ افراد کی تعداد پوری نہیں ہو رہی تھی، لہٰذا ہندوستانی نسخے کی مدد سے اِس غلطی کی تصحیح اور کمی کا ازالہ کیا گیا ہے۔ (ممتاز احمد سدیدی)

- جان لو کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کائنات کے بڑے اقطاب کے سلطان ہیں۔
- نبی کریم تک اُن کا نسب گیارہ اشخاص پر مشتمل ہے۔
- وہ بیٹے ہیں موسیٰ بن عبداللہ کے جو بیٹے ہیں دنیا سے بے رغبتی رکھنے اور بہت آہیں بھرنے والے یحییٰ کے۔
- حضرت یحییٰ بیٹے ہیں محمد بن داؤد کے، اور داؤد بیٹے ہیں چنے ہوئے موسیٰ کے جو کریم اور صاحبِ خیر و برکت ہیں۔
- عبداللہ کریم آباء واجداد کے فرزند ہیں اور وہ باوقار موسیٰ الجون کے فرزند ہیں۔
- اور وہ اُس عبداللہ کے بیٹے ہیں جو روشن تر اور کامل ہیں اور حسن المثنیٰ کے لختِ جگر ہیں۔
- اور حسن المثنیٰ امام حسن کے نورِ نظر ہیں، اور وہ سیدہ فاطمہ اور حضرت علی کے صاحبزادے ہیں۔وہ علی جو بلندیوں والے ہیں۔"

حضرت غوثِ اعظم کے نسب کے بارے میں "نتیجة التحقیق فی بعض اھل النسب الوثیق" کے مصنف کی بھی یہی رائے ہے انہوں نے حضرت غوثِ اعظم کا نسب ذکر کرنے کے بعد صراحت سے کہا:

"حضرت غوثِ اعظم اور سیدہ فاطمہ □ کے درمیان گیارہ واسطے ہیں۔"

آپ کا جو نسب ہم نے ذکر کیا ہے اُسے تمام مؤرخین اور نقل کرنے والوں کی تصدیق حاصل ہے، حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ "الجامع للأعیان" سبط ابن جوزی نے "مرآة الزمان" میں، شطنوفی نے "بہجة الأسرار" میں اور ابن حجر نے "غبطہ" میں اور ایسے دیگر کئی ائمہ نے بھی یہی نسب بیان کیا ہے جن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

حضور غوثِ پاک کے نسب شریف کی تحدید کے سلسلے میں ہماری تائید کرنے والوں میں سے ہمارے عالم و فاضل دوست شیخ محمد سنوسی تیونسی کی وہ نظم بھی ہے جو انہوں نے

۱۲۹۶ھ میں "نتیجة التحقیق فی بعض اهل النسب" پر تقریظ لکھتے ہوئے تحریر کی تھی، اِس نظم کا مطلع کچھ یوں ہے:

روض زها حسنا بكل وريق

وأسال فی الزهر عذب الريق

أمسی به البكری يسری كل ما

قد طاب منه بغاية التحقيق

- (یہ کتاب) ایک ایسا گلستان ہے جس کے پتے پتے نے اُس کی خوبصورتی کو دوچند کردیا ہے اور اُس نے ایک ایک پھول میں تر و تازگی سمو دی ہے۔
- اِسے (اِس کے مصنف نے) انتہائی جستجو کے بعد ہر پسندیدہ (بات اور دلیل) کے ساتھ آراستہ کیا ہے۔

اور اس نظم میں حضرت غوثِ اعظم کے نسب شریف سے متعلق اشعار درج ذیل ہیں:

مولای محی الدين عبدالقادر ابنِ القوم موسٰی الأوحد المنطيق

ذا نجل عبد اللّٰه نجل الفذ يحيٰی الزاهد بن محمد الصديق

هو نجل داؤد بن موسٰی نجل عبداللّٰه معطی الخير كل فريق

ذا نجل موسی الجون نجل الكامل المرتضی عبد الله غوث الضيق

نجل الرضا حسن المثنٰی نجل ذا السبط مرتضع أعز الفيق

اعنی الخليفة سيدی الحسن الذی ضاهی بحسن الفضل خير شقيق

- میرے آقا محی الدین عبدالقادر جو صالحین کے بیٹے ہیں، آپ یکتائے زمانہ اور قادر الکلام حضرت موسیٰ کے بیٹے ہیں۔
- موسیٰ عبداللہ کے، اور وہ عظیم زاہد یحییٰ کے، اور وہ (یحییٰ) سچائی سے بہت زیادہ

متصف محمد کے بیٹے ہیں۔

- اور محمد بیٹے ہیں داؤد بن موسیٰ کے، اور موسیٰ تمام فریقوں میں خیرات بانٹنے والے عبداللہ کے بیٹے ہیں۔
- عبداللہ بیٹے ہیں موسیٰ الجون کے، اور وہ منتخب کیے ہوئے کمال والے عبداللہ کے بیٹے ہیں جو ہر مصیبت زدہ کے مددگار ہیں۔
- اور عبداللہ بیٹے ہیں حسنِ مثنیٰ کے، اور وہ نواسۂ رسول حضرت حسن ♦ کے بیٹے ہیں اور وہ فرزند ہیں کائنات کی معزز ترین ماں (سیدہ فاطمہ ◻) کے۔
- میری مراد حضرت علی کے خلیفہ سیدی حسن ہیں، جنہوں نے اپنے حسن اخلاق کے ساتھ بہترین بھائی پر مشابہت حاصل کی۔"

اگر آپ نے معترض کی چابکدستی اور اُس کی کمزور بنیاد کا اندازہ لگا لیا ہے جس پر اعتراضات کی یہ عمارت تعمیر کی گئی ہے تو آپ یقیناً معترض کے دعوے کے بے دلیل ہونے اور اُس کی کھڑی کی ہوئی عمارت کے زمین بوس ہونے کا منظر دیکھ چکے ہوں گے، معترض نے جن باتوں پر اپنے فریب کی عمارت کھڑی کی تھی اُن میں سے ایک یہ تھی کہ حضرت غوثِ اعظم کے والد ابو صالح موسیٰ جنگی دوست عبداللہ بن محمد کے بیٹے ہیں، اور عبداللہ بن محمد ۴۵۰ھ یا ۴۶۰ھ میں مدینہ منورہ میں بیس سال سے کم عمر میں فوت ہوئے، اور معترض نے عبداللہ بن محمد کا جیلان سے دور ہونا ظاہر کیا اور اُن کے وصال کے حوالے سے ۴۵۰ھ والے قول کو اختیار کیا تا کہ اُس کی نسل چلنے کے امکان کو ضعیف تر بنایا جا سکے، اِس لیے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی ولادت ۴۷۰ھ میں ہوئی، لیکن عبداللہ بن محمد کا جیلان سے دور ہونا اور بیس سال سے کم ہونا عقلی اور معاشرتی طور پر عبداللہ کے ہاں اولاد ہونے کے امکان کو ناممکن نہیں بناتا، بیس سال اور پندرہ سال کے لوگ بھی صاحب اولاد ہوتے ہیں، اِسی لیے ابنِ خلدون کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

''عموماً کسی بھی انسان کے ایک صدی میں تقریباً تین باپ (یعنی باپ، دادا، پردادا) ہوتے ہیں، اس سے کم اور زیادہ بھی ہوسکتے ہیں۔''

ابن خلدون کا یہ قول مشہور مؤرخ اور ماہر انساب شیخ احمد عبدالقادر حسنی نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا اور کہا:

''حضرت معاویہ نے پہلی صدی ہجری کے آخر میں خطبۂ حج دیا، اُن کے اور عبدِ مناف کے درمیان پانچ واسطے ہیں، اور دوسری صدی ہجری کے اختتام پر عبدالصمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نے خطبۂ حج دیا، اُس کے اور عبد مناف کے درمیان بھی پانچ ہی واسطے ہیں، اور ایسا ہوتا رہتا ہے، اِس تناظر میں ابنِ خلدون کا نظریہ اکثریت کے پیش نظر ہوگا، اور فقہ کے دواوین میں اُس نسب کو درست مانا جائے گا کہ عقل اور عرف اُسے ناممکن شمار نہ کرے، اور ہمیں حضرت غوثِ اعظم کا نسب ثابت کرنے کیلئے فقہ کے اِس اصول کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کیونکہ آپ کے نسب میں عبداللہ بن محمد موجود ہی نہیں ہیں۔''

رہا معترض کا یہ کہنا کہ قاضی ابو صالح نصر بن عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنے دادا کے نسب میں عبداللہ بن محمد کا ذکر کیا ہے تو یہ معترض کا گھڑا ہوا جھوٹ ہے، جس کی دلیل اُس کے اپنے ہی رسالہ میں موجود ہے، اُس نے قاضی ابو صالح نصر بن عبدالرزاق کی طرف یہ روایت منسوب کر کے تقریباً تین صفحات کے بعد خود یہ تحریر کیا ہے کہ: ''حضرت غوثِ اعظم کا وہ نسب نامہ جس کا قاضی ابوصالح نصر بن عبدالرزاق نے دعویٰ کیا ہے یوں ہے: اُس کے والد عبدالرزاق بیٹے ہیں شیخ عبدالقادر جیلانی بن ابوصالح جنگی دوست موسیٰ بن عبداللہ بن یحییٰ بن محمد کے، جبکہ علم الانساب کے ماہرین کے مطابق جس عبداللہ کی طرف حضرت غوثِ پاک کے والد ابو صالح موسیٰ جنگی دوست کو منسوب کیا گیا

ہے وہ محمد کے بیٹے ہیں، اور یہ عبداللہ بن محمد جو ابن الرومیہ کے نام سے مشہور تھا بے اولاد ہی اللہ کو پیارا ہوا، جبکہ اُسی کے بھائی یحییٰ بن محمد صاحبِ اولاد تھے، اور معترض نے نام گھڑنے اور ایک بے اولاد کی طرف اولاد کی نسبت کر کے حضرت غوثِ اعظم کے نسب شریف کا انکار کرنے کی کوشش کی ہے۔

معترض کے اپنے ہی کلام میں اِس واضح تناقض کو ملاحظہ فرمائیں جو اُس کے جھوٹے ہونے پر دلالت کر رہا ہے، پھر اِس عجیب وغریب احمق کو دیکھیے کہ وہ ایک عالی نسب والے کو نسب بیان کرنے کے لئے کہہ رہا ہے:

"آپ کے لیے مناسب تھا کہ آپ اپنے آپ کو فلاں شخص کی طرف منسوب کرتے تا کہ ہم یہ اعتراض کر سکیں کہ فلاں شخص تو بے اولاد تھا اور تمہارے شہر میں داخل بھی نہیں ہوا تھا۔"

میں کہتا ہوں: اگر ہمارے دل میں بعض کمزور عقل لوگوں (عوام الناس) کے لیے ہمدردی نہ ہوتی تو ہم معترض کے مسودات کو نہ تو خاطر میں لاتے اور نہ ہی جواب کے قابل سمجھتے، لیکن جاہلوں کے کلام پر خاموش رہنا بھی مناسب نہیں کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا:

اذا ظهرت البدع و لعن آخر هذه الأمة أولها فمن كان عنده علم فلينشره فإن كاتم العلم يومئذ ككاتم ما أنزل على محمد. رواه ابن عساكر، و قال شارح الحديث: أى فيلجم بلجام النار(١)

"جب بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور اِس امت کے بعد والے پہلوں پر لعنت بھیجیں تو جس کے پاس علم ہو اُسے چاہیے کہ وہ اپنا علم ظاہر کرے، اِس لیے کہ اُس دن علم کو چھپانے والا قرآن کو چھپانے والے جیسا شمار کیا جائے گا۔"

اِس حدیث کو ابن عساکر نے روایت کیا، حدیث کے شارح نے فرمایا: یعنی اسے

قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

(۱) اسے ربیع نے اپنی مسند (۳۶۵/۱) میں روایت کیا۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے:

اذا فعلت أمتی خمس عشرة خصلة حل بها البلاء، ا المغنم دولا والأمانه مغنما والزكاة مغرما، أطاع الرجل زوجه وعق أمه، و برّ صديقه و جفا أباه، وارتفعت الأصوات فی المساجد وكان زعيم القوم أرزلهم، وأُكرم الرجل مخافة شره، و شُربت الخمور، و لُبس الحرير، واتُّخذتِ القينات والمعازف، ولعن آخر هذه الأمة أولها فلينتظروا عند ذلك ريحا حمراء، أوخسفا، أومسخا۔(۱)

(۱) جامع الترمذی (ط: دارالسلام، ریاض) ابواب الفتن، كتاب ماجاء فی حلول المسخ والخسف حدیث رقم ۲۲۱۰ (مترجم)

قال شراح الحديث فی قوله: "ولعن ......الخ"أی: لعن أهل الزه المتأخر السلف

"جب میری امت پندرہ خصائل کو اپنا لے گی تو اُس پر عذاب نازل ہوگا: جب مالِ غنیمت کو ذاتی مال بنالیا جائے گا اور امانت کو مالِ غنیمت سمجھ لیا جائے گا، زکات کو بوجھ سمجھا جائے گا، جب انسان اپنی بیوی کی اطاعت اور اپنی والدہ کی نافرمانی کرے گا، جب انسان دوست سے حسنِ سلوک اور اپنے والد سے بدکلامی کرے گا، جب مسجدوں میں (دنیاوی امور کے حوالے سے) آوازیں بلند ہوں گی، جب قوم کا بدترین آدمی اُن کا سردار ہوگا، جب انسان کی عزت اُس کے شر کے خوف سے کی جائے گی، شرابیں

پی جائیں گی اور ریشم پہنا جائے گا اور گانے والیوں کی عزت افزائی ہوگی
اور جب اِس امت کے بعد والے پہلے والوں پر لعنت کریں گے تب وہ
(نافرمان لوگ) سرخ آندھی، دھنسا دیے جانے یا مسخ کیے جانے کا
انتظار کریں۔"

اِسے امام ترمذی نے روایت کیا، اور شارحین حدیث نے "ولعن آخر هذه الأمة" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

"اِس کا مطلب یہ ہے کہ جب متاخرین سلف صالحین پر لعنت کریں۔"

اللہ تعالیٰ اُس حکمت و دانش والے شاعر پر رحم فرمائے جس نے کہا تھا:

ما لاق فيه عدم الفضول فلا يليق عنده مقولي
نعم إذا رأيت أعمى قد خطا في حرف بير صحتُ والصمت خطا

- "جس شخص میں فضیلت نام کی کوئی چیز نہ ہو، اُس سے میرا بات کرنا مناسب نہیں۔
- ہاں جب میں دیکھوں کہ کسی اندھے نے کنویں کے کنارے پر قدم رکھا ہے تو میں چلا کر اُسے آگاہ کروں گا، ایسے میں خاموشی غلط ہے۔"

اور معترض کا یہ کہنا: "عبداللہ بن محمد کی طرف منسوب حضرت غوثِ اعظم کا نسب ایسا ہے کہ اُسے نہ تو خود آپ نے بیان فرمایا اور نہ ہی آپ کی اولاد میں سے کسی نے ذکر کیا۔"

میں کہتا ہوں: "اب معترض نے نہ چاہتے ہوئے بھی ایک سچی بات کر دی ہے، اِس لیے کہ حضرت غوثِ اعظم اور آپ کی اولاد میں سے کسی نے عبداللہ بن محمد کو نسب میں ذکر نہیں کیا، بلکہ عبداللہ بن یحییٰ کو ذکر کیا ہے جیسے کہ ہم نے (گذشتہ صفحات میں) تحریر کیا، معترض کی یہ بات ایسا سچ ہے جس کا باطل مفہوم ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی۔"

پھر معترض نے کہا: "عبداللہ بن محمد والا نسب حضرت غوثِ اعظم یا آپ کی اولاد میں سے کسی اور نے نہیں بلکہ آپ کے پوتے نے بیان کیا ہے، اور اِس نسب کے باطل ہونے

کے لیے اتنی بات ہی کافی ہے کہ قاضی ابو صالح نصر نے جنگی دوست کو عبداللہ بن محمد کا بیٹا قرار دیا ہے، حالانکہ عبداللہ بن محمد حجازی ہیں اور کبھی حجاز سے باہر نہیں گئے، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کا یہ عجمی نام (موسیٰ جنگی دوست) رکھیں۔"

میں کہتا ہوں: "شیخ عبدالرزاق نے معترض کے قول کے برعکس امام جیلانی کا نسب شریف (جیسے کہ پچھلے صفحات میں گزرا) بیان کیا ہے، بلکہ آپ کے والد گرامی ؓ خود بھی اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے: "میرے نانا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔" یا فرمایا کرتے تھے: "میرے نانا ایسے تھے۔" یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ حضرت غوثِ اعظم کے پوتے اور نواسے راسخ علم والے علماء، اور خوفِ خدا رکھنے والے متقی اور بڑے بڑے اولیاء اللہ تھے، وہ حضرات کیسے غلط نسب بیان کر سکتے ہیں؟ یا وہ اپنے عزیز و اقارب میں سے کسی کو اپنے جدِ اعلیٰ کا غلط نسب بیان کرتے ہوئے دیکھ کر کیسے خاموش رہ سکتے ہیں جبکہ اُن کی بات کو احترام سے سنا اور مانا جاتا تھا، اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم حضرت غوثِ اعظم کے پوتوں اور نواسوں کے نام ذکر کرتے اور انصاف پسند علماء نے اُن حضرات کی جو تعریفیں کی ہیں انہیں ذکر کرتے، پھر ہم اس حوالے سے وہ کچھ ذکر کرتے جو علم الانساب کے ماہرین نے کہا ہے اور ہم نے گزشتہ صفحات میں اُن حضرات کے نام بھی لکھے ہیں۔"

اور معترض کا عبداللہ بن محمد کے بارے میں یہ کہنا: "اُس کے بیٹے کا نام جنگی دوست رکھنا درست نہیں۔"

میں کہتا ہوں: "ہم نے تو اُن کے بیٹے کا نام جنگی دوست نہیں رکھا، اور جنگی دوست لقب رکھنے والے موسیٰ تو عجم میں پیدا ہوئے ہیں اور وہ عبداللہ بن محمد حجازی کے نہیں بلکہ شیخ یحییٰ جیلانی ؓ کے فرزند ہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ معترض کو حضرت غوثِ اعظم کے والدِ گرامی حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست ؓ کا عجمی ہونا بہت بھلا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اُس کے خیال میں آپ کی عجمیت اُسے آپ کے قریشی نسب کی نفی میں مدد دیتی تھی، لیکن اس مسکین کو

یہ خبر نہیں کہ جو شخص بھی کسی جگہ رہائش رکھتا ہے وہ اُسی جگہ کی طرف منسوب ہوتا ہے (۱) اِس سلسلے میں شیخ الاسلام زکریا انصاری ؒ نے فرمایا:

"کسی جگہ کی طرف منسوب ہونے کے لیے وہاں قیام کی کوئی زمانی حد متعین نہیں ہے اگر چہ بعض لوگوں نے چار سال کی حد مقرر کی ہوئی ہے۔"

آپ کی کتاب پر حاشیہ لکھتے ہوئے سیدی علی العدوی نے "نخبة الفكر" کے بعض حواشی کے حوالے سے فرمایا:

"کسی شہر میں فقط داخل ہونا بھی اُس شہر کی طرف نسبت کے لیے کافی ہے، اگر چہ یہ داخلہ تجارتی نکتہ نظر سے ہو یا کسی سے ملنے کیلئے ہو۔"

---

(۱) جیسے مکی، مدنی، بغدادی، دہلوی، لاہوری۔ اور اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی سیدنا حسن یا سیدنا حسین • کی اولاد میں سے ہے، تو وہ غیر عربی خطے میں رہائش کے باعث اپنے آپ کو "سید" نہ کہلائے، نسب کا اعتبار آباؤ اجداد سے ہوتا ہے خطوں سے نہیں کیونکہ عرب ممالک میں غیر سید بھی پائے جاتے ہیں اور غیر عرب ممالک بھی سادات کے وجود سے محروم نہیں ہیں۔ (ممتاز احمد سدیدی)

حضرت شیخ سیدی عبدالقادر جیلانی ؒ سے قبل آپ کے دادا اور پردادا یا اُن کے بھی والد جیلان میں رہائش پذیر رہے، تو آپ کے اور آپ کے دادا اور پردادا کے عجمی ہونے کو آپ کی سیادت کی نفی کے لئے دلیل کیسے بنایا جا سکتا ہے؟ ایسی بات کھلی جہالت اور دین میں خیانت ہے۔

معترض کا عبداللہ بن محمد کے بارے میں یہ کہنا:

"لم يسافر من الحجاز أبدا"

"انہوں نے کبھی حجاز سے باہر کی طرف سفر نہیں کیا۔"

یہاں معترض کی طرف سے فعل ماضی کے ساتھ "ابدا" کا استعمال اُس کے بے علم ہونے کی واضح دلیل ہے وہ علماء میں سے شمار کئے جانے کے قابل نہیں ہے، اُس نے جیسے

یہاں "ابدا" کا غلط استعمال کیا ہے، اِسی طرح آنے والے قول میں بھی یہ کلمہ غلط ہی استعمال کیا ہے، اُس نے حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں کہا:

"لا نسبة له بأهل البيت النبوى أبدا"

"آپ کا نبی کریم ﷺ کے گھرانے کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔"

عربی زبان میں "قط" کے برعکس "ابدا" مستقبل کے لیے آتا ہے، عربی میں کہا جاتا ہے:

"لا يسافر أبدا"

"وہ مستقبل میں کبھی سفر نہیں کرے گا۔"

جبکہ "قط" کا استعمال کرتے ہوئے کہا جاتا ہے:

"لم يسافر قط"

"اس نے ماضی میں کبھی سفر نہیں کیا۔"

معترض نے حضور غوثِ پاک کے نسب کے بارے میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے پھر کہا: "آپ کی سیادت ثابت کرنا ایک بے بنیاد بات کو منوانے کی کوشش ہے، اِس لیے کہ مؤرخین اور علم الانساب کے ماہرین کا جس بات پر اجماع ہے وہ فقط اتنی ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی اپنے زمانے کے اکابر صوفیہ اور جلیل القدر عبادت گزار لوگوں میں سے تھے، اور آپ کا نبی کریم ﷺ کے گھرانے سے کچھ تعلق نہیں۔"

میں کہتا ہوں: "معترض کی طرف سے حضور غوث پاک کی سیادت پر اعتراض اور آپ کی سیادت کی نفی کی کوشش ایک جھوٹے الزام کو ثابت کرنے کی ناپاک کوشش ہے، اور حضرت غوثِ اعظم کی سیادت کو نہ ماننے سے بڑھ کر ناپاک جسارت کیا ہوگی؟ اور اُس کا حضرت غوثِ اعظم کے بارے میں یہ کہنا بالکل بے بنیاد اور باطل ہے کہ: "آپ کے سید نہ ہونے پر مؤرخین اور علم الانساب کے ماہرین کا اِجماع ہے۔" قارئین کرام نے حضرت

غوثِ پاک کی سیادت کے حوالے سے مؤرخین اور علم الانساب کے ماہرین کے اقوال گزشتہ صفحات میں ملاحظہ فرمائے ہیں۔

پھر معترض نے کہا: ''حضرت غوثِ اعظم کے سلسلے سے وابستہ بعض نادانوں اور کم عقل والے لوگوں نے آپ کے سید ہونے کی بات کی ہے۔''

میں کہتا ہوں: ''ایسا نہیں بلکہ حضرت غوثِ اعظم کی سیادت کا اعتراف تمام سلاسلِ طریقت اور سُنی مذاہب کے علماء فضلاء اور دانشوروں نے کیا ہے اور آپ حضرات نے پچھلے صفحات میں اِن بڑے بڑے لوگوں کے اسماء ملاحظہ فرمائے ہیں، اگر وہ سب نادان اور ناسمجھ لوگ ہیں تو پھر امت میں کوئی بھی قابل اعتبار اور عقلمند باقی نہیں رہ جاتا۔''

پھر معترض نے کہا: قاضی ابو صالح نصر بن عبد الرزاق بن حضرت عبد القادر نے ماہر علم الانساب سید ابنِ میمون کو خط لکھا اور اُس سے کہا: ''مجھے نواسۂ رسول کی آل میں داخل کر دو۔'' اُس نے جواب دیا:

''آپ کو تو ہم جانتے ہیں کہ آپ قاضی (جج) ہیں، اور آپ کے والد شیخ عبد الرزاق رحمہ اللہ ایک فقیہہ اور صالح انسان تھے، جبکہ آپ کے دادا شیخ عبد القادر رحمہ اللہ ایک ایسے صوفی اور متقی بزرگ تھے کہ اُن سے برکت حاصل کی جاتی تھی، اور اُن سے دعائے خیر کی التماس کی جاتی تھی، رہا اُن کا نسب تو وہ اُسی طرح ہے جیسے آپ نے اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے کہ وہ فارس کے ایک علاقے بُشتیر کی طرف نسبت کے باعث بُشتیری ہیں، اِس لئے تم اللہ سے ڈرو اور ہاشمیت کو ہاشمیوں کے لیے ہی چھوڑ دو، والسلام۔''

فیروز آبادی نے بھی ''قاموس'' میں یہی لکھا ہے، اُس کے الفاظ درج ذیل ہیں:

''البُشتیری هو شیخ الاسلام عبد القادر بن أبی صالح الجیلی کذا نسبه حفیده القاضی ابو صالح الجیلی۔''

"بَشتیر ذیہ شیخ الاسلام عبدالقادر بن اَبی صالح جیلانی ہیں، آپ کے پوتے قاضی ابوصالح جیلانی نے اُن کا نسب اِسی طرح بیان کیا ہے۔"

میں کہتا ہوں: "فرض کیا اگر حضرت غوثِ اعظم کے پوتے نے ابنِ میمون سے اپنے آپ کو نواسۂ رسول سیدنا حسن ◆ کی اولاد میں شامل کرنے کی درخواست کر ہی لی تھی تو آپ نے کوئی غلط کام تو نہیں کیا بلکہ آپ نے تو اپنا حق مانگا تھا، کوئی علم وفضل والا آپ کے اِس حق اور آپ کے نسب شریف کا انکار نہیں کرسکتا، قاضی ابوصالح نصر بن عبدالرزاق مشہور علماء میں سے تھے، اور امام ابن حجر عسقلانی نے اپنی فہرست میں جناب قاضی ابوصالح سے روایت ذکر کی ہے اور اپنی کتاب "الغبطۃ" میں اپنے اور جناب قاضی ابوصالح نصر کے درمیان وسیلوں کی کمی اور آپ سے قرب پر فخر کا اظہار کیا ہے، امام ابنِ حجر نے قاضی ابوصالح نصر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "وہ ثقہ ہیں اور مُسْنِدِیْن میں سے ہیں۔ اور ہمیں اُن سے عالی روایت فقط تین واسطوں کے ساتھ حاصل ہوئی ہے، جیسے کہ شاذلیہ سلسلے کے بہت بڑے ناقد علامہ اور ولی سیدی احمد مرزوق نے قادریہ سلسلہ (کا فیض) حضرمی سے حاصل کیا، انہوں نے یحیٰ جیلی سے، انہوں نے اپنے والد احمد سے، انہوں نے اپنے والد عمادالدین ابوصالح نصر بن عبدالرزاق سے، اور شیخ عبدالرزاق نے اپنے والد حضرت غوثِ اعظم سے قادریہ سلسلہ حاصل کیا، اور علم الأسانید کے بڑے بڑے ماہرین نے مذکورہ بالا سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ حاصل کیا، اور اِس سند اور سلسلے پر فخر کیا جیسے کہ یہ بات فنِ اسانید کی کتابوں میں مذکور ہے۔"

صوفیہ کے بارے میں شیخ زروق کی شدت اور صوفیا کرام پر اُن کی تنقید کو بھی جانتے ہیں، لیکن اِس کے باوجود شیخ زروق نے قاضی ابوصالح نصر کو وسیلہ بنایا ہے جو کہ بہت سے علماء اور اولیاء کو فیض رسانی کرنے والی شخصیت ہیں، ایسی شخصیت سے شیخ زروق اِس بات کو کیسے قبول کرسکتے ہیں کہ وہ اپنا نسب ابنِ میمون کے سامنے بیان کرتے ہوئے اِس حد تک

گر جائیں گے کہ اپنا نسب کسی غیر کی طرف غلط طریقے سے منسوب کریں جیسے کہ دھوکے باز لوگ کرتے ہیں، لیکن (اے معترض) اگر تیرے پاس شرم وحیاء کی کمی ہو تو جو چاہو کرو۔

پھر معترض نے ''قاموس'' سے جو اقتباس لیا ہے وہ بھی صریح خیانت ہے اور اُس نے ایسا افتراء باندھا ہے جو قارئین کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکتا، فیروز آبادی نے ''قاموس'' میں فقط یہ لکھا ہے: ''بُشتیر (باء پر ضمہ کے ساتھ) وہ شیخ الاسلام عبدالقادر بن ابوصالح جیلانی ہیں، اُن کے پوتے قاضی ابوصالح نے اُن کو بُشتیر کی طرف غلط طرح منسوب کیا ہے۔''

اِس بد دیانت معترض نے مضاف (شیخ) اور مضاف الیہ (عبدالقادر) کے درمیان ''الاسلام'' کا اضافہ کر دیا تا کہ پڑھنے والا یہ گمان کرے کہ حضرت غوثِ اعظم بُشتیری ہیں حالانکہ کہا یہ گیا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم کے شیخ (پیر و مرشد شیخ ابوسعید مخزومی ؓ) بُشتیری ہیں، شیخ ابوصالح نے یہی بات فرمائی ہے۔

یہ گمان بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ ایک حاسد جوشِ حسد میں دیانت اور شرم وحیاء کو اس حد تک پامال کر دے گا کہ وہ ابنِ میمون سے حضرت غوثِ اعظم کے پوتے ابوصالح اِس تقاضے کی نسبت کرے گا کہ وہ آپ کو سادات میں شمار کر لیں، یہ ایک غلط اور بے بنیاد بات ہے، نہ حضرت ابوصالح کی طرف سے ایسا کوئی تقاضا ہوا اور نہ ہی ابنِ میمون کی طرف سے انکار ہوا۔

اور معترض کی طرف سے یہ دعویٰ کرنا کہ حضرت غوثِ اعظم بُشتیری ہیں اگر چہ کسی علم وفضل والے کے حوالے سے ہی ہو لیکن پھر بھی اُس کا یہ دعویٰ ہماری تائید میں ہوگا، کیونکہ حضور غوثِ اعظم بُشتیری نہیں ہیں، لیکن حضرت غوثِ اعظم کو بُشتیری کہنے والا معترض خود بُشتیری ہو اور اِس گھٹیا پن کا شکار ہو سکتا ہے۔(۱)

''وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔'' (۲)

''اور کوئی جان کسی دوسری جان کو بوجھ نہ اٹھائے گی۔''

(۱) یعنی وہ اپنے آپ کو اپنے والدین کے علاوہ کسی غیر کی طرف منسوب کرلے، اور غالباً گھٹیا پن سے حضرت مصنف کی یہی مراد ہے۔(مترجم) (۲) سورۂ انعام: ۱۶۴، سورۂ اسراء: ۱۵، سورۂ فاطر: ۱۸، سورۂ زمر: ۷

قارئینِ کرم آپ "قاموس" کی طرح دیگر کتابوں جیسے شیخ شہاب الدین سہروردی کی "عوارف المعارف"، امام شعرانی کی "جواہر"، اور ابن عربی حاتمی کی "فتوحاتِ مکیہ" سے لیے گئے اقتباسات میں بھی معترض کی خیانتیں ملاحظہ فرمائیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے معترض کا حال ہمارے سامنے کھول دیا، اور یہ بات کھل کر ہمارے سامنے آئی ہے کہ معترض مشہور ومعروف کتب سے تحریف کے ساتھ اقتباسات نقل کرتا ہے اور غالباً اُس کی ذکر کردہ اکثر کتابیں ایسی ہی ہیں، عربی مقولہ ہے:

"من اطلعت له على سيئة فعنده لها أخوات۔"

"تم جس کی ایک برائی پر مطلع ہوئے ہو اُس میں مزید برائیاں بھی ہیں۔"

اِسی لئے حدیث کے ائمہ نے اُس شخص کو ہمیشہ کے لیے مُدلس قرار دیا ہے جس سے حدیث کی روایت میں فقط ایک مرتبہ بھی تدلیس کا جرم سرزد ہوا ہو، حافظ عراقی نے اپنے "الفیہ" میں تدلیس کے باب میں لکھا ہے اور امام شافعی نے ائمۂ حدیث کے لگائے گئے اِس حکم کو برقرار رکھا: "جس کی بعض گواہیوں میں جھوٹ ثابت ہوگیا اُس کی تمام گواہیاں ناقابلِ اعتبار ہوگئیں۔"

شیخ یحییٰ شاوی نے اپنے رسالے "البحث والتحقیق" میں عبدالرحمن بن مہدی سے روایت کی ہے: "میں نے شعبہ، ابنِ مبارک، ثوری اور امام مالک بن انس سے اُس شخص کے بارے سوال کیا جس پر (ائمۂ حدیث کی طرف سے) جھوٹ کا الزام لگایا گیا تو اُن سب نے فرمایا: "اُس شخص کے جھوٹ کو بیان کرو اِس لیے کہ یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔"

"المعیار" کے مصنف نے ابنِ خلدون سے نقل کیا ہے: "نسب کے بارے میں ایسے شخص کی تنقید لغو شمار ہوگی اور قابلِ توجہ نہ ہوگی جسے نہ تو دین کا علم ہے اور نہ ہی انساب کی خبر،

ہم ایسی بات (نسب میں بلاوجہ طعن) سے اللہ تعالیٰ کی پناہ اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔"

پھر معترض نے کہا: "حافظ کبیر مفتی الثقلین تقی الدین واسطی نے اپنی کتاب "ترياق المحبين فى طبقات خرقة المشايخ العارفين" حضرت شیخ عبدالقادر کے ذکر کے وقت فرمایا: "بهجة الاسرار" کے مصنف شیخ شطنوفی مصری نے نواسۂ رسول امام حسن ♦ کی طرف آپ کی نسبت کی ہے اور اس نسبت کو انساب کے ماہر علماء میں سے کسی نے بھی درست قرار نہیں دیا، شیخ شطنوفی نے من مانی کی ہے اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔"

میں کہتا ہوں: "معترض نے اپنے کتابچے میں سیدی عبدالقادر ؓ کی عظمت کا انکار کرنے والے پسندیدہ لوگوں کی تعظیم وتوقیر کو معمول بنایا ہے، جبکہ سیدی عبدالقادر جیلانی ؓ کے مرتبہ ومقام کا اقرار اور اظہار کرنے والی بڑی بڑی شخصیات کی تضحیک کرنا اور اُن کے لیے دعامیں کمی کرنا معترض کا پسندیدہ مشغلہ ہے، یہ سب شعلے ہیں جو معترض کے قلم سے نکلے ہیں۔"

اور معترض کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ: "علم الانساب کے ماہرین میں سے کسی نے اہلِ بیت کے ساتھ حضرت غوثِ اعظم کی نسبت کا اقرار نہیں کیا۔" بلکہ میں تو کہتا ہوں: "علم الانساب کے ماہرین کا تو حضرت غوثِ اعظم کے سید ہونے پر اجماع ہے، جیسے کہ تفصیل علامہ عبدالرحمٰن فاسی کی تصنیف "جوهرة العقول فى ذكر آل الرسول" میں مذکور ہے، اور کچھ تفصیل پچھلے صفحات میں بھی گزر چکی ہے، اور اِس اجماع کی تشریح ملاّ علی قاری ؓ نے بھی (۱) کی ہے، اور "سرية الجيش" میں ہے:

---

(۱) حضرت ملا علی قاری نے اس مسئلہ پر اپنی تصنیف: "نزهة الخاطر الفاتر فى ترجمه سيدى الشريف عبدالقادر سلطان اولأولياء الأكابر الحسنى الحسينى رضى الله عنه" میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے۔(مترجم)

ولا اعتداد بحسود لاه يريد أن يطفئ نور الله

"اُس غیر ذمہ دار حاسد کی کوئی حیثیت نہیں جو اللہ کے نور کو بجھانا چاہتا ہے۔"

پھر معترض نے کہا: "اس نسب کو عدل وانصاف والی دلیل کے ساتھ ہی ثابت کیا جا

سکتا ہے،اور ایسی دلیل قاضی ابو صالح کونہیں مل سکی،اورمزید یہ کہ اُن کے جدِ امجد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اوراُن کی اولاد (قاضی ابو صالح) کے کلام سے بھی دلیل نہیں ملتی ۔"

میں کہتا ہوں: "میں بھی دلیل کی اہمیت کا انکار نہیں کرتا ،بیان کیا گیا ہے کہ ایک نادار سید زادی نے کسی مسلمان کے دروازے پر دستک دے کر کھانے پینے کے لیے کچھ مانگتے ہوئے کہا: "میں سید زادی ہوں۔" تو گھر والے نے کہا: "آپ کے سیدہ ہونے کی کیا دلیل ہے؟" تو اُس شخص نے رات کوخواب میں دیکھا کہ قیامت برپا ہوگئی ہے،اور اُسے شدید پیاس لگی،وہ نبی کریم ﷺ کے حوض پر آیا اور نبی کریم ﷺ سے پانی کی التماس کرتے ہوئے کہنے لگا: "میں مسلمان ہوں۔" تو آپ نے پوچھا: "تمہارے مسلمان ہونے کی کیا دلیل ہے؟" یہ سوال سن کر گھبراہٹ کے سبب اُس شخص کی آنکھ کھل گئی۔

اورمعترض کا یہ کہنا بھی دھوکہ ہے کہ: "قاضی ابو صالح کے پاس حضرت غوثِ اعظم کی سیادت کی دلیل نہ ہونے کے ساتھ ساتھ اُن کو اِس مسئلہ پر اپنے جدِ اعلیٰ حضرت غوثِ اعظم کی طرف سے بھی تائید نہیں ملی۔"

معترض کی چالاکی دیکھئے کہ اُس نادان نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت غوثِ اعظم نے خود اپنے سید ہونے کی نفی کی ہے،اور پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم ♦ اور آپ کی ساری اولاد نے اپنے حسنی نسب شریف کا ذکر فرمایا ہے، اورفرض کیا کہ حضرت غوثِ اعظم نے اپنے سید ہونے کا ذکر نہ بھی فرمایا ہو،تو اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کی حسنی نسبت درست نہیں ، اِس دنیا میں حسنی نسبت پر فخر کرنے والے اکثر لوگوں کا مقصد جاہ ومال کا حصول ہوتا ہے،جبکہ دنیا سے بے رغبتی اور بے نیازی رکھنے والے اکثر لوگ پوچھے بغیر اپنے حسنی نسب کا اظہار نہیں کرتے ،اور یہ شرعی حکم ہے کہ اگر کوئی باپ (غصے اور ناراضگی کی وجہ سے)اپنے بیٹوں کے نسب کی نفی کر دے تو بھی بیٹوں کا نسب برقرار رہے گا، کیونکہ بیٹوں کے نسب کی نفی کرنا اُس کے اختیار میں ہی نہیں ہے،

اِس مقام پر ہم نے مشہور محقق ابو العباس احمد ونشریسی کا فتویٰ نقل کرنا مناسب سمجھا ہے، اور وہ فتویٰ ہمارے پیشِ نظر مسئلے کی واضح توضیح ہے۔

معترض نے کہا: فقیہ وقاضی ابو علی الحسن بن عثمان ونشریسی (۱) سے اُن بیٹوں کے بارے میں پوچھا گیا جن کے باپ کے بارے میں سید ہونے کی گواہی دی گئی تھی اور وہ انتقال کر گیا، اُس کے بیٹے اپنے باپ کے انتقال کے بعد بیس سال تک سید کہلاتے رہے، پھر اِن بیٹوں کے جس باپ کے سید ہونے کی گواہی دی گئی تھی اور وہ خود بھی ساری زندگی سید بھی کہلاتا رہا تھا، کسی مخالف نے یہ گواہی دی کہ ''وہ کہا کرتا تھا: ''جس نے مجھے سید کہا میں کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس سے جھگڑا کروں گا۔'' کیا اِس گواہی کے بعد مذکورہ بالا شخص کی اولاد کا نسب باطل ہو گیا یا نہیں؟

---

(۱) حضرت مصنف نے ونشریسی کی نسبت رکھنے والی شخصیت کا نام دو دفعہ ذکر فرمایا: پہلی مرتبہ ابو العباس احمد ونشریسی لکھا جبکہ دوسری دفعہ ابو علی حسن بن عثمان ونشریسی لکھا ہے۔ یہاں پر کاتب کے ہاتھوں کنیت بھی تبدیل ہو گئی، نام بھی تبدیل ہو گیا اور مفتی صاحب کے والد کا نام کا بھی بڑھا دیا ہے، پیشِ نظر دونوں نسخوں میں یہ دونوں نام اِسی طرح مذکور تھے اور راقم الحروف یہ تعین نہیں کر سکا کہ ان دونوں میں سے کس کو اختیار کیا جائے، لہٰذا اِن دونوں ناموں کو اسی طرح رہنے دیا، اِس سلسلے میں کسی مستند حوالے کے حصول پر اِس مقام میں تبدیلی کی جائے گی اِن شا اللہ۔ (مترجم)

اِس پر مفتی مذکور نے جواب دیا: مسئلہ میں مذکور شخص اور اُس کی اولاد کا سید ہونا ثابت ہے، کسی شخص کا ایسا قول (اگر اُس نے کہا ہو تو بھی) اُس کے نسب کو باطل نہیں کرتا، ممکن ہے اُس نے کسی مجبوری کی باعث ایسا کہا ہو، یہ ایک ایسا حق ہے جسے اپنے یا کسی دوسرے کے حق میں فسخ کرنا اُس کے اختیار میں نہیں ہے، اور انساب فقط صحیح دعویٰ اور اپنے آپ کو منسوب کرنے کے ساتھ ثابت ہوئے ہیں اور اگر اِس کے ساتھ ساتھ عادلانہ گواہی بھی شامل ہو جائے تو پھر اُس نسب کے صحیح ہونے میں کچھ کمی باقی نہ رہے گی۔ یہ مختصر گفتگو تقریباً چار صفحات پر بکھرے ہوئے سوال وجواب کا خلاصہ ہے۔

پھر معترض نے کہا: حضرت غوثِ اعظم کے نسب میں مذکور عبداللہ بن محمد بے اولاد تھا اور اُس کے بھائی یحییٰ بن محمد صاحبِ اولاد تھے۔

میں کہتا ہوں: اور یہ بات پہلے بھی کہی ہے کہ یہ "عبداللہ بن محمد" حضرت غوثِ اعظم کے نسب میں مذکور ہی نہیں ہے، اور ایسے میں ہمیں اِس بات سے غرض ہی نہیں کہ "عبداللہ بن محمد" کے ہاں اولاد تھی یا نہیں، حضرت غوثِ اعظم کے دادا "حضرت عبداللہ" یحییٰ بن محمد کے بیٹے ہیں ہیں جن کے صاحبِ اولاد ہونے کا معترض نے خود بھی اعتراف کیا ہے، ہم نے گزشتہ صفحات میں معترض کی طرف سے عبداللہ بن محمد کو حضرت غوثِ اعظم کے نسب میں داخل کیے جانے کا سبب تحریر کیا تھا، علم الانساب کے سب ماہرین کا اِس بات پر اجماع ہے کہ حضرت غوثِ اعظم کے اجداد کی تعداد گیارہ ہے اور اِس تندخو معترض نے حضرت غوثِ اعظم کے اجداد میں بارہویں شخصیت (عبداللہ بنِ محمد) کا اِس لیے اضافہ کیا کہ وہ اپنے حسد کی آگ بجھا سکے۔

پھر معترض نے کہا: "مؤرخین کے درمیان تو شیخ عبدالقادر جیلانی کے والد کے نام میں بھی اختلاف ہے اُن کے سلسلۂ نسب میں مذکور باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ اِس لیے کہ مؤرخین میں سے کسی نے آپ کو عبدالقادر بن صالح کہا، کسی نے ابن جنگی دوست موسیٰ کہا، کسی نے آپ کو عبداللہ کا بیٹا کہا اور کسی نے یحییٰ کا بیٹا کہا، اور کسی نے آپ کو ابو صالح کا بیٹا قرار دیا۔"

میں کہتا ہوں یہ چالاکی معترض کے کسی کام آنے کی نہیں، اِس لیے کہ حضرت غوثِ اعظم کے والدِ گرامی کا نام موسیٰ اور کنیت ابو صالح اور لقب جنگی دوست یعنی عظیم المرتبت ہے اور اِس میں کوئی اختلاف نہیں، اور معترض نے جو نام بڑھائے ہیں اُن کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں کہ مؤرخین میں سے کچھ ناسمجھ لوگوں نے یہ نام ذکر کیے ہیں یا نہیں، میرے نزدیک کسی معتبر عالم کو حضرت غوثِ اعظم کے والدِ گرامی کے نام میں کچھ شک وشبہ نہیں ہو

سکتا اور معترض کی یہ بیہودہ بات حضرت غوثِ اعظم کے مرتبہ و مقام کو کم کرنے کی ایک بے سود کوشش ہے۔ حضرت غوثِ پاک کے والد گرامی کے نام میں اختلاف اور پانچ اقوال کا پایا جانا نہ تو حضرت غوثِ پاک کے لیے عیب ہے اور نہ ہی آپ کے والد کے لیے، اِس لیے کہ صحابیِ رسول حضرت ابو ہریرہ ♦ کے والد کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے اور اِس حوالے سے "عمدة القاری شرح البخاری" میں تقریباً تیس اقوال مذکور ہیں، آپ کے والد کے حوالے سے دو نام مشہور ترین ہیں: عبد اللہ اور عبد الرحمٰن، حضرت ابو ہریرہ ♦ اہلِ صفہ میں سب سے زیادہ معروف ہیں، حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت جابر ♦ جیسے جلیل القدر صحابہ کے استاذ بھی ہیں، اِس کے باوجود اُن کے والد کے نام کے بارے میں اختلاف کا ہونا اُن کے لیے عیب نہیں تو پھر یہ امر حضرت غوثِ اعظم کے لیے کیسے عیب بن گیا؟۔

1- جنگی دوست کا یہ معنی مصنف علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے۔ اس لقب کا لفظی معنی تو "جنگ سے نہ گھبرانے والا اور اُسے پسند کرنے والا یعنی دلیر" کے ہیں، یقیناً یہ لقب عظیم المرتبت اور دلیر لوگوں کو ہی دیا جاتا ہوگا (مترجم)

اور معترض نے کہا: "اگر حضرت غوثِ اعظم کا حسنی نسب ثابت ہوتا تو ابنِ جوزی اپنی تاریخ میں اور ابنِ سمعانی اور دیگر کبار مشائخ اپنی کتب میں اِس بات کا ضرور ذکر کرتے۔"

میں کہتا ہوں: "معترض کی یہ بات بھی حضرت غوثِ اعظم کے حسنی نہ ہونے کی دلیل نہیں، بلکہ اگر مذکورہ بالا دونوں حضرات آپ کے حسنی نسب کی نفی کرتے تو معترض حضرت غوثِ پاک کے حسنی نسب کو ثابت کرنے والے بڑے بڑے علماء اور مشائخ کا کلام بھی سن لیتا، کسی چیز کو ثابت کرنے والا نفی کرنے والے پر مقدم ہے، جیسے کہ اصولِ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے: "المثبت مقدم علی النافی"

پھر معترض نے کہا: "اگر حضرت غوثِ اعظم کا حسنی نسب درست ہوتا تو ممکن ہی نہیں تھا کہ

انساب کے ماہر وہ علماء جنہوں نے مختصر اور تفصیلی شجرے مرتب کیے ہیں اس شجرۂ نسب کو چھپا لیتے۔"

میں کہتا ہوں: "علمِ انساب کے ماہرین نے حضرت غوثِ اعظم کا نسب چھپایا تو نہیں بلکہ ظاہر کیا تھا جیسے کہ ہم نے (پچھلے صفحات میں) ذکر کیا ہے، پھر معترض نے جو الفاظ (لا یمکن) تحریر کیے ہیں بہت عامیانہ الفاظ ہیں۔ اُس کے خیال میں اگر حضرت غوثِ اعظم حسنی نسب درست ہوتا تو مؤرخین اُسے ضرور ذکر کرتے اور اُن کا خاموش رہنا ناممکن تھا۔ حالانکہ صورتِ حال یہ ہے کہ علماء اپنی کتابوں کے چہرے جہالت کی سیاہی کے ساتھ کالے کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں، خاص طور پر وہ علماء جو بحث اور تحقیق کے لیے کمر بستہ ہیں اور بڑے بڑے لوگوں کے کلام کا اپنے فہم سے رد کرنے والے ہیں۔"

پھر معترض نے کہا: "ہاں بعض متاخرین نے اور وہ بھی بہت تھوڑے ہیں "بہجة الأسرار" کے مصنف شیخ شطنوفی کی اتباع کرتے ہوئے حضرت غوثِ اعظم کی اہلِ بیت کے ساتھ نسبت کا ذکر کیا ہے۔"

میں کہتا ہوں: "معترض نے اپنی جامد عقل کے ساتھ یہ گمان کیا ہے کہ حضرت غوثِ اعظم کا حسنی نسب بیان کرنے والوں نے صرف مناقب پر مشتمل کتابوں سے ہی استدلال کیا ہے، اگر وہ ایسا سمجھتا ہے تو وہ سراسر غلطی پر ہے، کیونکہ حضرت غوثِ اعظم کا حسنی نسب بیان کرنے والے علماء کا اپنی کتابوں میں انساب کے ماہر علماء کی آراء پر اعتماد تھا جیسے کہ انساب اور شجروں پر مشتمل کتابوں کے مصنفین کا طریقہ ہے، اُن کتابوں میں ایک سطر بھی شیخ شطنوفی سے منقول نہیں، بلکہ اُن میں سے بعض حضرات تاریخی اعتبار سے شیخ شطنوفی سے پہلے ہیں، اور بعض اُن کے ہم عصر ہیں، اور یہ بات تقریباً ناممکن ہے کہ وہ اندلسی مؤرخین کی طرح شیخ شطنوفی کی اتباع کریں، اور رہا معترض کا یہ کہنا غلط ہے کہ: "حضرت غوثِ اعظم کا حسنی نسب بیان کرنے والے نہایت قلیل ہیں۔" اور اس (بات کے بطلان) کی تفصیل پچھلے صفحات میں گزر چکی ہے۔

پھر معترض نے کہا: "سید سراج الدین رفاعی مخزومی ♋ نے اپنی کتاب: "صحاح الأخبار" میں حضرت غوثِ اعظم کا حسنی نسب ثابت کرنے کے لیے جن تاویلات سے کام لیا ہے وہ یہاں تک پہنچ گئیں کہ انہوں نے حضرت غوثِ اعظم کی اولاد کی زبان سے کہا:

إن فاتنا نسب النبي ولادة فلنا له نسب من الأرواح

"اگر ہمیں پیدائشی طور پر نبی کریم ﷺ کا نسب نصیب نہیں ہوا تو ہمیں روحانی طور پر آپ کا نسب حاصل ہے۔"

یہ تاویل رحمتِ عالم ﷺ کے ساتھ روحانی نسبت رکھنے والوں کو وہ حقوق نہیں دلاتی جو سرورِ عالم ﷺ نے اپنے اہل بیت کو عطا فرمائے ہیں۔"

میں کہتا ہوں: "امام جیلانی کا روحانی نسب بھی ثابت ہے، آپ کے جسمانی اور روحانی نسب دو پَر ہیں جن کے ساتھ حضرت غوثِ اعظم نے ایسی پرواز کی کہ عقلیں دنگ رہ گئیں۔"

"قواعد زروقیہ" میں ہے: "کسی حکم کو ذات کے ساتھ ثابت کرنا صفاتِ عارضہ کے ساتھ ثابت کرنے کی طرح نہیں ہے۔ حضرت سلمان فارسی ♦ کے متعلق نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"سلمان منا أهل البيت۔"

"سلمان ہم اہلِ بیت میں سے ہے۔"

آپ کا یہ فرمان حضرت سلمان فارسی ♦ کے جامع دینی صفات کے ساتھ اِس قدر متصف ہونے کی وجہ سے تھا کہ اگر ایمان ثریا ستارے پر بھی ہوتا تو حضرت سلمان فارسی اُسے حاصل کر لیتے، اور سرورِ عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"الأقربون أولى بالمعروف۔"

"زیادہ قریبی نیکی کے زیادہ حقدار ہیں۔"

علماء نے فرمایا: یہاں رشتہ دار مراد نہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے زیادہ قرب رکھنے والے حضرات مراد ہیں، اِس حدیث میں خالص دینی نسب والے ہی معتبر ہیں، پھر اُس کا آب و گل سے متصف ہونا اُس کے لئے مؤکد ہے، وہ صرف نسبی تعلق کی بنا پر روحانیت کے درجہ تک نہیں پہنچ پاتا۔" ہم اِسی بات کے ذریعے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے فرمان کی وضاحت کریں گے، آپ نے فرمایا:

"قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی للّٰہ۔"

"میرا یہ قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر ہے۔"

آپ کو یہ رتبہ اِس لیے عطا کیا گیا کہ آپ کو نسب اور عبادت کے باعث عظمت حاصل تھی۔

معترض کا اہلِ بیتِ کرام کے لیے علیہم السلام کہنا اُس کے رافضی رجحان پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ انبیاء کے علاوہ کسی کیلئے مستقل طور پر علیہ السلام کہنا درست نہیں، اور یہ بات اہلِ سنت کی کتب میں مذکور ہے، مجھے گمان ہوتا ہے کہ شاید معترض رافضی ہے، کیونکہ رافضی ہی حضرت غوثِ اعظم کی سیادت پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

حضرت ملّا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اپنے ممدوح حضرت غوثِ اعظم کے حسنی نسب کے بارے میں فرماتے ہیں:

"آپ کا نسب صحیح اور تواتر سے ثابت ہے اور دوپہر کے سورج کی طرح ظاہر ہے، اور یہ نسب کسی قسم کی دلیل و برہان، نزاع، تاویل اور دفاع کو قبول نہیں کرتا، اِس بات پر اہلِ بدعت، نفاق و حسد والے کج رو اور جھگڑالو رافضیوں کی خواہشات کے برعکس اہلِ سنت کا اِجماع ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اُن گمراہوں اور گمراہ کن حاسدوں کے دھوکے سے محفوظ رکھے جو لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم دیکھتے ہیں تو حسد میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت غوثِ اعظم کے واضح دلیل والے اُس نسب شریف کے لیے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں جو ثابت ہے اور ہر جگہ مشہور و معروف ہے، شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ولیس یصح فی الأذهان شيء إذا احتاج النهار إلی دلیل

"اگر دن کو بھی (اپنے آپ کو منوانے کیلئے) دلیل کی ضرورت ہے تو پھر اذہان میں کوئی بات درست نہ رہے گی۔"

پھر معترض نے کہا: "بنو ہاشم کے نسب لالچی لوگوں کی دسترس سے محفوظ ہیں، اللہ ابنِ مظفر پر رحم فرمائے جس نے بنو ہاشم کے انساب کی محفوظیت کے حوالے سے کہا تھا:

اذا کان الأعاجم من قریش فما فرق العبید من الموالی

"اگر عجمی بھی قریش کہلائیں تو پھر غلاموں اور آقاؤں کے درمیان کیا فرق باقی رہے گا؟"(۱)

---

(۱) یہ معترض اور ابن مظفر کی ایسی سوچ ہے جس سے شیعہ حضرات بھی عملی طور پر موافقت نہیں رکھتے کیونکہ عجمی شیعہ میں بھی سید اور ہاشمی کہلانے والوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ (مترجم)

میں کہتا ہوں: بنو ہاشم کے نسب کے حوالے سے معترض کی بات اُس کی بدزبانی ہے جو اُسے بری جگہ پہنچائے گی، معترض کا پیش کردہ شعر پڑھ کر میرے سینے میں حضرت غوثِ اعظم کی محبت مچل اٹھی تو میں نے اُسی بحر اور قافیہ میں اُس کا جواب ایک قصیدے کی صورت میں لکھا، اِس لیے کہ معترض کا پیش کردہ شعر ابنِ مظفر کی طرف منسوب کرنا اور یہ دعویٰ کرنا کہ یہ شعر ہاشمی نسب کے بارے میں ہے، شک وشبہ سے خالی نہیں کیونکہ معترض دیانت دار نہیں، اور انسان کو اُس کے عمل کا بدلہ دیا جاتا ہے، میں نے کہا:

عجبت لذی احتیاج بالمحال یحاول خفض سادات الرجال

"مجھے محال چیز کو طلب کرنے والے پر حیرانی ہے، وہ مردوں کے سرداروں کو نیچا دکھانا چاہتا ہے۔"

و من خذلانه والغی یُعمی یؤمل فصم نسبة خیر آل

"اور ایسے شخص پر حیرانی ہے جسے بے آسرا ہونے اور گمراہی نے اندھا کر رکھا ہے، اور وہ بہترین آل کے ساتھ (غوثِ اعظم کی) نسبت کو توڑنا چاہتا ہے۔"

بتلفیق و بھتان و زور وما بعد العیان من احتمال

"دھوکے، الزام تراشی اور جھوٹ کے ذریعے (غوثِ اعظم کی آلِ رسول کے ساتھ نسبت کو توڑنا چاہتا ہے) اور (کسی چیز کو) کو دیکھ لینے کے بعد شک کی گنجائش نہیں رہتی۔"

و عجرفة تناھی فی مداھا فآذی أھل حضرة ذی الجلال

"اور ایسی بد زبانی کے ذریعے جو اپنی انتہا کو پہنچ گئی، پس اُس (معترض نے) بارگاہِ رب ذوالجلال میں حاضر باش لوگوں کو اذیت دی۔"

و فی الایذاءیؤذان بحرب نعوذ بربنا من ذا الخیال

"اور (اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو) تکلیف دینے میں (اللہ کی طرف سے) اعلانِ جنگ ہے۔"(۱) ہم ایسی حرکت کے خیال سے بھی اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔"

---

(۱) اس شعر میں حدیث قدسی کی طرف اشارہ ہے جس میں ارشاد ربانی ہے:

من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب.

"جس نے میرے کسی ولی سے عداوت رکھی میں نے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کیا۔"

مرکب جھله و من اقتفاه ضلال فی ضلال فی ضلال

"معترض اور اُس کے پیشوا کی جہالت تہہ در تہہ گمراہیوں سے مرکب ہے۔"

وقولك من أعاجم لست تدري و قول الحق يعلو كل عالِ

''اور تمہارا یہ کہنا کہ عجمیوں سے (قریشی ہونا محال ہے، عجیب ہے) تیری اپنی لاعلمی ہے اور حق بات ہر بلند چیز سے بلند ہوتی ہے۔''(۱)

---

(۱) اس شعر میں معترض کے پیش کردہ اس شعر کی طرف اشارہ ہے جو پچھلے صفحات میں ذکر ہوا، معترض نے یہ شعر ابن مظفر کی طرف منسوب کیا تھا، شعر کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

اذا كان الأعاجم من قريش　　　فما فرق العبيد عن الموالي

بأن الساكنين القطر حيناله ينمون قصد الاحتلال

''(تو نہیں جانتا) کہ زمین کے رہنے والے کسی وقت برکت حاصل کرنے کے لیے اُن سے نسبت قائم کرتے ہیں۔''

وقد ملأوا الصحائف فاستضاءت من الشرف المحصّن بالكمال

''اور انہوں نے صحائف کو بھر دیا اور وہ صحائف کمال کی مضبوط حفاظت والے شرف (سیادت) کی روشنی سے چمک اٹھے۔''

بأن القادري الغوث فرع لسبط محمد أصل المعالي

''(تو یہ بھی نہیں جانتا کہ) حضرت غوثِ اعظم تمام بلندیوں کی اصل سرور عالم ﷺ کے نواسے حضرت حسن ♦ کی نسل سے ہیں۔''

بنظم أصوله في سلك عقيقصر دونه عقد اللآلي

''(سلسلۂ نسب) ہار کی لڑی میں اجداد کی ایسی ترتیب کے ساتھ (ثابت ہے) جس کے سامنے قیمتی ہیروں کے ہار ہیچ ہیں۔''

أمثلك يا قصير الباع يُرجى لتحقيق المسائل بالنضال

''اے کوتاہ دست کیا تجھ جیسے آدمی سے محنت اور کوشش کے ساتھ مسائل کی تحقیق کی امید کی جاسکتی ہے؟''

منصات العلوم لها فحول عن القصراء بعيدات المنال

"علوم کے بلند مقامات کوتاہ دستوں کی پہنچ سے دور ہیں، اُن بلند مقامات
کے لیے بڑی بڑی علمی شخصیات ہیں۔"

أتحسب أن غور العلم دان لم استغررت أن الجو خال

"(اے معترض!) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ علم کی گہرائیوں میں اترنا آسان ہے؟
تمہیں خوش فہمی کیوں ہوئی ہے کہ میدان خالی ہے؟"

أمثلك يا ضعيف العقل أهل لفهم كلام أقطاب أعال

"اے کُند ذہن! کیا تجھ جیسے لوگ بلند مرتبہ اَقطاب کا کلام سمجھنے کی اہلیت
رکھتے ہیں؟"

و تعترض الأكابر فی علاهم بدعوی العلم فی ذاك المجال

"تو علم کا دعویٰ کرتے ہوئے علمی میدان میں بڑے بڑے اہلِ علم کے
برابر کھڑا ہونا چاہتا ہے؟"

كنابح بدر تم فی دجاه ووزغ نافخ قنن الجبال

"اُس کتے کی طرح جو انتہائی سیاہ رات میں چمکتے چودھویں کے چاند کو
بھونکتا ہے، یا اُس ناتواں شخص کی طرح جو پہاڑوں کی چوٹیوں کو پھونک
مارتا ہے۔"

و فرق بین تاج فی الثریا و ترب تحت أطباق النعال

"ثریا کی بلندیوں میں تاج اور جوتوں کے تلووں کے نیچے کی مٹی کے
درمیان (زمین آسمان کا) فرق ہے۔"

أتطمع یا أعیرج أن تجاری كماة فی مقدمة الرعال

"اے لنگڑے! کیا تو اُس سیاہی مائل سرخ رنگت والے گھوڑے کا مقابلہ

کرنے کی خواہش رکھتا ہے جو گھوڑوں کے اگلے دستے میں دوڑتا ہے۔"

أتدخل يا معنى فى مضيق‌حسبت ظلامه مأوى الظلال

"اے اپنے آپ پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے والے! کیا تو اِس وجہ سے تنگ جگہ میں داخل ہوتا ہے کہ تو نے اُس کی تاریکیوں کو محفوظ پناہ گاہ سمجھا ہے؟"

فكنت كباحث حتفا بظلف يكل لحتفه كل احتيال

"(تو اپنے اِس رویّے کی بنا پر) اُس نادان چوپائے کی طرح تھا جو (نادانی میں) اپنے سُم کے ذریعے موت کا متلاشی تھا (اور) اپنی موت کے لیے ہر حربہ استعمال کر رہا تھا۔"

تبارز سيد الأبطال لكن مجانين الحماقة لاتبالى

"تجھے پاگل پن کی انتہا تک پہنچے ہوئے لوگوں کی تو پروا نہیں مگر تو شہسواروں کے سردار کو للکارتا ہے۔"

أمعنى القطب تعرفه فتنفى‌نفوذ الحكم منه على الأعالى

"تو قطب کی بڑے بڑے لوگوں پر تاثیر کی نفی کرتا ہے، کیا تو قطب کا معنی بھی جانتا ہے؟"

أمعنى القرب تدركه مذاقا فتبطل عنهم الفخر الدلالى

"کیا تو قرب کا معنی واقعی جانتا ہے کہ تو مقربین کے نازوالے فخر کی نفی کرتا ہے؟"

متى قرعت يداك بباب سرمتى سهرت جفونك فى الليالى

"تیرے ہاتھوں نے راز کا دروازہ کب کھٹکھٹایا ہے؟ اور تیری آنکھیں کب راتوں میں جاگی ہیں؟"

متی انکشفت لقلبک من زوایا الملکوت أقمار الحجال

"تیرے دل کے بند گوشے کب کھلے؟ عالم ملکوت کے پیچھے کتنے ہی چاند پوشیدہ ہیں؟"

متی اُکرمت یوما بالتجلی لدی الحضرات فی أهل الوصال

"تجھے وصال کی نعمت سے سرشار لوگوں کی صحبت میں ایک دن (کے لیے ہی سہی) تجلّی سے کب نوازا گیا؟"

متی اکتحلت عیون منک یقظہ رؤیة أحمد عین الجمال

"تیری آنکھوں نے بیداری کی حالت میں سراپا جمال سیدنا ومولانا احمد مجتبیٰ ﷺ کی زیارت کا شرف کب حاصل کیا؟"

متی فاضت علیک علوم غیب تفهم ما سمعت من المقال

"تجھ پر غیبی علوم کا فیضان کب ہوا کہ تو جو بات سنے اُس کو سمجھنے لگا ہے۔"

وحیث ظواہر التصنیف غابت علیک فاین باطنها الجلالی

"جب کتابوں کے ظاہری مفہوم تیری سمجھ سے بالاتر ہیں تو اُن کے روشن باطن تک تیری رسائی کہاں ہوگی؟"

تزاحم بالمناکب أهل علم وهل کالشمس مرمی الذبال

"تو اہل علم کے ساتھ اپنے کندھے ٹکراتا ہے، اور کیا (تیری نظر میں) آفتاب جیسے درخشندہ لوگ، ذرۂ خاک ہیں؟"

لئن لم یشفع الجیلی فضلا لدی الرحمن فیک أخا الوبال

"اے ہلاکت کے حقدار! اگر حضرت غوثِ اعظم نے ازراہِ عنایت بہت ہی مہربان رب کی بارگاہ میں تیری سفارش نہ فرمائی تو!"

لتبصر من عقاب الله قسطا تفوق به فریق الاعتزال

”تو اللہ تعالیٰ کی سزا کا ایک ایسا حصہ دیکھے گا کہ تو اُس کے سبب (گمراہی میں) معتزلہ کے گروہ سے بڑھ جائے گا۔“

وذا إن لم تكن منهم ,لا ا فأبشر بالنكال على النكال

”اور یہ بات تو تب ہے کہ اگر تو معتزلہ میں سے نہ ہو، اور اگر تو انہیں میں سے ہے تو پھر تیرے لیے دوگنے عذاب کی خوشخبری ہے۔“

پھر معترض نے مزید ہرزہ سرائی کی اور اُس کے تقریباً چار صفحات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت غوثِ اعظم کے پوتوں میں سے جس نے ہاشمیت کا دعویٰ کیا وہ معترض کے خیال میں رکن الدین (حضرت) عبدالسلام بن (حضرت) عبدالوہاب بن (حضرت) شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں، اور معترض نے (حضرت) عبدالسلام موصوف پر زندیقیت کا الزام اور دیگر تہمتیں لگا کر کہا: ”ایسے شخص کی طرف سے (ہاشمی) نسب کا دعویٰ کیسے قبول کیا جا سکتا ہے جس کی کتابیں اُس کی زندگی میں ضبط کی گئی ہوں اور اُن کتابوں میں مصنف کے ہاتھ کی ایسی تحریریں ہوں جن میں ستاروں کو خدا کہہ کر مخاطب کیا گیا تھا اور دیگر ایسی کفریات پائی گئیں اور اُن کتابوں کی ضبطی کا سبب ابتلاء کا وہ دور تھا جو (معترض کے بقول) شیخ عبدالسلام ؒ پر وزیر مملکت ابنِ یونس کے دور میں آیا، اور یہ ابتلاء اس لیے آیا تھا کہ ابن یونس اپنی تنگدستی کے دور میں (حضرت) غوثِ اعظم کے پوتوں کا پڑوسی تھا اور شیخ عبدالسلام ؒ اُسے ستایا کرتے تھے، اور پھر جب وہ وزیر بنا تو اُس نے (حضرت) غوثِ اعظم کے پوتوں کی عزت خاک میں ملا دی اور جوشِ انتقام میں (شیخ) عبدالسلام ؒ کے گھر پر قبضہ کر لیا، اور اُن گھر سے فلسفیوں کی تمام کتابیں نکلوا لیں، پھر علماء اور شہر کے معززین کو جمع کیا اور ابنِ یونس نے (سب کے سامنے شیخ) عبدالسلام ؒ سے اُن کتابوں کی لکھائی کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا: لکھائی تو میری ہی ہے، لیکن مجھے خبر نہیں کہ ان عقائد کا اظہار کرنے والا اور ان پر ایمان رکھنے والا کون ہے۔“ قاضی نے (شیخ) عبدالسلام ؒ کو فاسق قرار دیا، آپ کا مال غصب کر کے

آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا، اور آپ کی کچھ کتابیں جلا ڈالیں، پھر آپ سے تحریری طور پر اسلام کا اقرار کروایا گیا، اور ابنِ یونس نے شیخ عبد السلام ؒ کو آپ کے والدِ ماجد کی سفارش پر رہا کیا، اور آپ کو آپ کی وہ کتابیں واپس کر دیں جو جلنے سے محفوظ رہ گئی تھیں، پھر آپ کو بعض حکومتی مناصب پر فائز بھی کیا گیا۔"

میں کہتا ہوں: "ابنِ شاکر نے (شیخ) عبد السلام ؒ کا ابتلاء معترض کے بیان کردہ واقعات سے کہیں کم حجم میں بیان کیا ہے۔ اُس نے یہ بات تحریر نہیں کی تھی کہ آپ کے ہاتھ کی تحریر میں ستاروں کو خدا کہا گیا تھا، ہاں یہ ضرور ذکر کیا کہ آپ نے اپنے دادا کے مدرسے کے علاوہ مدرسہ شاطبیہ میں بھی تعلیم حاصل کی تھی، اور ملاّ علی قاری کا یہ قول نقل کیا: "شیخ عبد السلام ؒ محدثین میں سے تھے۔" اور ملاّ علی قاری نے آپ کے نام کے ساتھ احتراماً سیدی بھی تحریر کیا، اور اِسی طرح شیخ مناوی نے آپ کو فقیہ اور امام کہہ کر یاد فرمایا۔"

اب ہم معترض کے کلام کا جائزہ لیتے ہیں: اگر یہ بات تسلیم کر بھی لی جائے کہ شیخ عبد السلام ؒ پر ابنِ یونس کا غیض و غضب نازل ہوا تھا تب بھی ہم یہ بات کہیں گے کہ معترض کے اپنے کلام میں بعض ایسی باتیں ہیں جو اُسی کا رد کر رہی ہیں، اور وہ باتیں معترض کو اِس لیے نظر نہیں آئیں کہ اُس کی آنکھیں آئی ہوئی تھیں، شیخ عبد السلام ؒ پر زندیقیت کا حکم (معترض کے بقول) وزیرِ مملکت ابنِ یونس کے دل میں حضرت غوثِ اعظم کی اولاد کے لیے انتقام کے جذبے کی وجہ سے تھا، اور ایسا رویہ متعصبانہ غیض و غضب کے باعث تھا، اور ابنِ یونس کا یہ رویہ اُس کے متعصبانہ غیض و غضب کے باعث تھا اور ایسا اکثر والیانِ مملکت اپنے سے برتر شخص کے ساتھ کرتے ہیں، اور اِس بات پر معترض کے یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں: "اُس (ابنِ یونس) نے آپ کا مال غصب کر لیا۔" اور معترض کا یہ کہنا: "جوشِ انتقام میں" اور قاضی کا شیخ عبد السلام ؒ کے خلاف اُن کی تحریر کی بنا پر یہ معلوم کئے بغیر حکم صادر کر دینا کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہے آپ اُس پر ایمان بھی رکھتے ہیں یا نہیں،

حالانکہ فقط کفریہ عبارت کو نقل کرنے کی وجہ سے کسی کو کافر، زندیق یا فاسق نہیں کہا جا سکتا، اِس لیے کہ ممکن ہے کہ شیخ عبدالسلام ؒ نے یہ باتیں اُن کا رد کرنے کے لیے یا کسی اور مقصد کے لیے تحریر کی ہوں جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

و لیس اعتقاد المرء ماخط کفہ کما أن حاکی الکفر لیس بکافر

> ''کسی انسان کے ہاتھ کی تحریر (ضروری نہیں کہ) اُس کا عقیدہ بھی ہو، جیسے کہ (زبانی حد تک) کفر کی نقل کفر نہیں ہوتی۔''

شیخ رکن الدین عبدالسلام ؒ نے جب اپنے ہاتھ کی تحریر کا اقرار کرلیا اور (یہ بھی) کہا: ''مجھے معلوم نہیں کہ اِس عبارت میں موجود عقیدے کا قائل کون ہے اور کون اِس پر ایمان رکھتا ہے، بلکہ انہوں نے اِس عبارت پر ایمان رکھنے سے انکار کیا، اور یہ انکار ابن شاکر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے، یہی نہیں بلکہ اُس نے شیخ عبدالسلام ؒ کو ابومنصور کی کنیت اور حنبلی فقیہ کے لقب سے یاد کیا ہے، ابن شاکر کا کہنا ہے: جب شیخ عبدالسلام کو اُن کی تحریر پر مطلع کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

> ''میں نے یہ عبارت حیرت اور تعجب کی بنا پر لکھی ہے اِس پر یقین اور ایمان رکھتے ہوئے نہیں لکھی۔''

بڑے بڑے علماء نے فرمایا ہے:

> ''کسی کا لفظ اور عمل اگر کئی وجوہ سے کفر کا احتمال رکھتا ہو اور ایک وجہ سے اسلام کا احتمال رکھتا ہو تو ایسے شخص کو مسلمان ہی قرار دیا جائے گا۔''

یہ بات بہت سے محققین نے فرمائی ہے۔ انہی محققین میں سے ایک مالکی مذہب کے علم بردار شیخ اسماعیل تمیمی تیونسی ؒ ہیں انہوں نے اپنی کتاب ''المنح الالٰھیہ فی طمس الضلالۃ الوھابیۃ'' (۱) میں اِس حوالے سے اظہارِ خیال کیا ہے، اور انہی محققین میں سے علامہ شیخ علیش بھی ہیں۔

(۱) اِس عربی کا ترجمہ کچھ یوں ہے: "وہابی گمراہی کو مٹانے پر اللہ تعالیٰ کے انعامات"

ابن فورک ﷬ نے فرمایا:

"ایک شبہ کی بنا پر ہزار کافروں کو اسلام میں داخل کرنا شبہ کی بنا پر ایک مؤمن کو دائرہ اسلام سے نکالنے سے زیادہ مناسب ہے۔"

ایسی ہی بات قاضی عیاض ﷬ نے "الشفا" میں تحریر فرمائی ہے، امام قرافی نے طرطوشی سے نقل کرتے ہوئے "الفروق" میں لکھا ہے:

"اصول کا ایک ماہر کفر کی تمام اقسام پر مطلع ہوتا ہے تاکہ اُن سے بچ سکے، اور اُس کی گواہی پر کوئی عیب نہیں لگایا جائے۔"

اور قرافی نے بعض مالکیوں کے اِس قول میں پائے جانے والے اطلاق کا رد کیا ہے: "جادو کفر ہے" اور قرافی کے اِس رد کو اِس عبارت پر حاشیہ لکھنے والے ابن الشاط نے بھی برقرار رکھا۔

اور ہمارے شیوخ کے استاد عماد الدین سیدی ابراہیم ریاحی قدس سرہ العزیز نے اپنے رسالے میں قرافی کا یہ قول نقل کیا ہے:

"العبرۃ فی الردۃ بالمقاصد

"ارتداد کا اعتبار مقاصد کی بنیاد پر ہے۔"

علامہ ابن عابدین شامی ﷬ نے بھی "جامع الفصولین"، "بزازیہ" اور دیگر کتب سے ایسا ہی قول نقل کر کے فرمایا: بزازیہ میں اتنی بات کا اضافہ ہے:

"ہاں اگر (کفریہ کلمہ بولنے والے نے) کفر تک پہنچانے والے امر کے ارادے کی صراحت کر دی (تو کفر لازم آئے گا)۔"

اِن سارے اقوال و آراء سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ اگر کوئی شخص صراحت سے کفریہ کلمہ نہ کہے تو اُس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اِس تناظر میں شیخ عبدالسلام ﷬ کا مسئلہ

زیادہ توجہ طلب اور تکفیر نہ کیے جانے کا حق دار تھا، کیونکہ آپ نے صراحت کر دی تھی کہ آپ اُس کفریہ عبارت سے متفق نہیں ہیں۔

علامہ ابنِ عابدین شامی ؒ نے "بحر" سے نقل کیا ہے: "جب تک کسی مسلمان کے کلام سے اچھا مفہوم لیا جا سکتا ہو، یا اُس کے کفر میں اختلاف ہو اگر چہ ضعیف روایت کی بنیاد پر ہو تب تک اس کی تکفیر کا حکم نہیں دیا جائے گا، چنانچہ تکفیر سے متعلق کتابوں میں اکثر و بیشتر جو کفریہ الفاظ مذکور ہیں ان کی بنا پر (بلا تحقیق فوراً) تکفیر نہیں کی جائے گی، اور میں نے (۱) اپنے آپ پر لازم کیا ہے کہ اُن الفاظ میں سے کسی لفظ کی بنا پر (عجلت میں) کوئی فتویٰ نہ دوں۔" علامہ ابن عابدین کے واسطے سے "بحر" سے مختصر اقتباس:

---

(۱) یہ لفظ علامہ ابن عابدین شامی کے ہیں۔

شیخ تقی الدین ابن النجار حنبلی ؒ نے "منتہی الارادات" کی شرح میں فرمایا:

"جب تک کسی عقل والے کے کلام سے کوئی مفید پہلو نکل سکتا ہو اور اُس میں پائے جانے والے فساد کی تصحیح ممکن ہو تو ایسا کرنا واجب ہے۔"

ایسی ہی بات شیخ ابراہیم کورانی شافعی ؒ نے بھی ارشاد فرمائی ہے، اور اس بات کی تائید کرتے ہوئے اپنے رسالے "المسلک الجلی" میں کئی صفحات تحریر کیے ہیں، اور ابنِ حجر عسقلانی ؒ نے اپنی تصنیف "الاعلام بقواطع الاسلام" میں فرمایا ہے:

"امام ابوحنیفہ ؒ نے فرمایا ہے: ایمان ایک طے شدہ اصل اور معنیٰ ہے، لہٰذا ہم اُس کی نفی اُسی جیسے مخالف یقین کے بغیر نہیں کریں گے۔"

علماء نے اِس بات کی تصریح کی ہے کہ حدود، طلاق، نکاح اور غلام یا باندی کی آزادی کے معاملے میں فقط تحریر کی بنا پر فیصلہ نہیں کیا جائے گا اگر چہ لکھنے والا زبانی اقرار بھی کر لے کہ یہ تحریر اُسی کی ہے، ہاں اگر وہ اپنے حوالے سے خود گواہی دے تو اِن امور میں سے اُس امر کا اعتبار کیا جائے گا جس کی لکھنے والے نے خود گواہی دی، اور اگر وہ اپنے ہاتھ

کی تحریر میں عمل مذکور کی نفی کرتا ہے تو پھر اُس کی نفی کا اعتبار ہو گا جیسے کہ "مدونہ" وغیرہ میں مذکور ہے۔

قارئین کرام! وانشریسی کی "المعیار" دیکھیے، وہاں بھی وہی کچھ بیان ہوا ہے جو ہم نے چاروں مذاہب کے ائمہ سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

"رکن الدین شیخ عبد السلام ﷫ مظلوم ہیں، اور اُن پر تہمت لگانے والا ملامت کے قابل ہے، اور اُن کی عزت اچھالنے والا غدائی سپاہیوں سے تھپڑ کھانے کے لائق ہے۔"

مجھے یہ محسوس ہوتا ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ معترض کا رکن الدین شیخ عبد السلام ﷫ پر الزامات لگانے کا مقصد یہ ہے کہ معترض اُن کے عادل ہونے کی نفی کر سکے، اور اُس کا خیال ہے کہ شیخ عبد السلام حضرت غوثِ اعظم کی اولاد میں سے پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے سید ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اور معترض اِس بات سے ڈرتا ہے کہ اُسے یہ کہا جائے: "خبر واحد اگر عادل کے ذریعے پہنچے تو پھر بھی وہ علم کا فائدہ دیتی ہے اگر چہ اس کے ساتھ کوئی قرینہ نہ بھی ہو۔"

حالانکہ خبر واحد علم کا فائدہ دیتی ہے تو قابلِ غور بات یہ ہے کہ غوثِ اعظم کے گھرانے کی سیادت تو باقاعدہ تواتر کے ساتھ مستند قرار پائی ہے، کیونکہ اِس گھرانے میں سیادت کی مطلوبہ شرائط پائی جاتی ہیں، قرافی نے "تنقیح" میں تواتر کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

"کسی محسوس امر کے بارے میں ایسے گروہوں کی خبر (متواتر کہلاتی ہے) جن کا جھوٹ پر جمع ہونا عادۃً محال ہو، اور اکثر عقلاء کا موقف یہ ہے کہ ماضی اور حال کے متعلق ایسی خبر علم کا فائدہ دیتی ہے، تواتر سے حاصل ہونے والی خبر جمہور علماء کے خیال میں بھی قابل اعتبار ہے۔"

معترض ایک ہی رسالے میں حضرت غوثِ اعظم کی اولاد میں سے سیادت کا دعویٰ کرنے والے کی شخصیت کے حوالے سے تضاد کا شکار رہا ہے، ابھی اُس نے شیخ عبد السلام ؒ کا نام لکھا ہے، اور پچھلے صفحات میں اُس نے لکھا تھا: ''حضرت غوثِ اعظم کے پوتے ابو صالح نصر نے سید ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔'' معترض کی گفتگو میں یہ تضاد اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ دونوں قول خود اُسی کے گھڑے ہوئے ہیں، اور اُس کی طبیعت جھوٹی باتیں وضع کرنے سے سیر نہیں ہوتی۔

پھر معترض نے کہا: ''میں نے محمد بن شریقی بن محمد بن عبدالعزیز بن شیخ عبدالقادر جیلانی کے تحریر کردہ چند اوراق میں دیکھا، وہ کہتے ہیں: ''اُن کے جدِ امجد (حضرت غوثِ اعظم) نے اپنی ایک مجلسِ وعظ میں نقیبِ بغداد ابن الأعرج الحسینی کے دادا کو انتہائی سختی سے تنبیہ فرمائی تھی اور اُس تنبیہ سے ابن الأعرج کی اولاد کے دل میں حضرت غوثِ اعظم کے لیے کدورت پیدا ہوگئی جس کے نتیجے میں اُس کی اولاد نے حضرت غوثِ اعظم کے سید ہونے کا انکار کر دیا، معترض کے بقول شیخ عفیف الدین مبارک ؒ نے ''الفتح الربانی'' یہ قصہ میں ذکر کیا ہے لیکن میں (شیخ محمد بن مصطفیٰ بن عزوز مکی ؒ) نے اِس کتاب کو کھنگالا تو اِس میں درج ذیل واقعہ پایا:

نقیبوں کا نقیب (حضرت غوثِ اعظم کی مجلس میں) پہلی مرتبہ حاضر ہوا تو آپ نے اُسے مخاطب کر کے فرمایا: ''کاش تو پیدا نہ ہوتا، اور اگر پیدا ہو ہی گیا تھا تو یہ ہی جان لیتا کہ تو کس لیے پیدا کیا گیا ہے، اے سوئے ہوئے انسان ہوش کر، قیامت کے دن تیرے سامنے کوئی راستہ نہیں ہوگا، تم سے کہا جائے گا: تمہارے استاذ کا پڑھایا ہوا سبق کیا ہوا؟ تجھے کون تیرے نبی کی اولاد جانتا ہے؟ تیرا نسب صحیح نہیں، اللہ تعالیٰ اور اُس کے نبی ﷺ کی بارگاہ میں (مقبول) نسب تو اہلِ تقویٰ کا ہے، سیدنا رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا گیا: ''آپ کی آل کون ہیں؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا:

و كل تقي آل محمد (۱)ہر متقی محمد (ﷺ) کی آل ہے۔"

(۱) اس حدیث کو طبرانی نے اوسط (۳/۳۳۸) اور صغیر (۱/۱۹۹) میں روایت کیا، جبکہ بزاز نے اپنی مسند (۶/۵۰۶) میں روایت کیا، اور حافظ کی الفتح دیکھئے۔

تم چپ رہو تم کچھ عقل نہیں رکھتے، تمہارا گھر دجلہ پر ہے لیکن تم پیاسے مرو گے، دو قدم اٹھاؤ رحمٰن کی بارگاہ تک پہنچ جاؤ گے، اپنے نفس کو قابو میں کرلو اور اچھے اخلاق اپنا لو (۲) اگر کامیابی کے خواہش مند ہو تو میری بات کی چوٹوں کو برداشت کرو، جب مجھے اصلاح کے ساتھ والہانہ حد تک لگاؤ اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے تو میں تمہیں نہیں دیکھتا (۳) جب میری طبیعت میں جوش انگڑائی لیتا ہے تو اُس میں میرا اخلاص حلول کر جاتا ہے، تب میں تمہارا چہرہ نہیں دیکھتا بلکہ میری نظر تمہاری اصلاح اور تمہارے دل سے میل کچیل دور کرنے پر ہوتی ہے، میں (تمہاری اچھی اصلاح کے ذریعے) تمہارے گھر سے (تمہارے گناہوں کے نتیجے میں جلتی ہوئی) آگ بجھاتا ہوں، اور (تمہاری اچھی تربیت کے ذریعے) تمہارے اہل خانہ کی (اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے) حفاظت کرتا ہوں، میں تمہاری آنکھیں کھول رہا ہوں۔ اپنے آگے (موت کے بعد کی زندگی کو) دیکھو۔" (آپ اس انداز میں نصیحتیں فرماتے رہے) یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: "میں تمہارے بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں اور تو یہ سمجھتا ہے کہ میں تجھے اپنے بوجھ اٹھواؤں گا؟ میرے بوجھ کے لئے اللہ عزوجل کا فضل و کرم کافی ہے۔

(۲) میرے ناقص خیال میں انہی دو چیزوں (نفس کو قابو کرنا اور اچھے اخلاق اپنانا) کو رحمٰن کی بارگاہ تک پہنچانے والے دو قدموں سے تعبیر کیا گیا۔ (مترجم)

(۳) میری ناقص رائے کے مطابق "لوا أخذني جنوني" سے غالباً آپ کا منشا "اصلاح کے ساتھ آپ کا والہانہ لگاؤ" اور "میں تمہیں نہیں دیکھتا" سے یہ مراد ہے کہ تمہارے جھوٹے وقار کو نہیں بلکہ تمہاری فلاح کو دیکھتا ہوں۔

ہزار سال سفر کرو تا کہ تم مجھ سے کوئی بات سن سکو (لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس) میرے اور تیرے درمیان چند قدم کا فاصلہ ہے (پھر بھی تو کوئی نصیحت نہیں سنتا) تو

سست مزاج ہے، پرلے درجے کا جاہل ہے، تجھے یہ گمان ہے کہ تجھے کچھ دیا گیا ہے، تجھ جیسے کتنے ہی لوگوں کو دنیا نے کھلایا پلایا اور موٹا کیا، اگر ہم دنیا میں بھلائی دیکھتے تو ہم اُس کی طرف تجھ سے پہلے پہنچتے، مگر تمام امور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹتے ہیں، اور ہم جس حال میں ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہیں۔"

یہ فرما کر جب آپ کرسی سے اترے تو آپ کے بعض شاگردوں نے کہا:

"آج آپ نے وعظ میں بہت مبالغہ کیا ہے۔"

آپ نے فرمایا:

"اگر میرے کلام نے اُس پر کچھ اثر کیا تو وہ (ابن الاعرج) عنقریب دوبارہ ضرور آئے گا۔"

معترض نے مذکورہ بالا کلمات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: "عفیف الدین مبارک نے جو کچھ نقل کیا ہے عقل اُسے جوں کا توں قبول کر کے صحیح نہیں مان سکتی، اور حضرت غوثِ اعظم کے لئے بھی یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ نقیب النقباء سے یہ کہتے "تیرا نسب صحیح نہیں۔" اور یہ کہ وہ نقیب النقباء کو یہ کہہ کر عقل سے ہی فارغ قرار دے دیں: "تم کچھ عقل نہیں رکھتے۔" اور اُن کے لئے درست نہیں تھا کہ وہ اپنے لئے یہ کہتے ہوئے جنون کا اقرار کریں: "جب میرا جنون مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے تو میں تمہیں نہیں دیکھتا۔" اور اُن کے لئے یہ بھی مناسب نہیں تھا کہ وہ اللہ کے کام کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے یہ کہتے: "میں تمہارے گھر سے آگ بجھاتا ہوں اور تمہارے اہل خانہ کو بچاتا ہوں۔" اور یہ بات بھی مناسب نہیں تھی کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی آل کے ساتھ اپنے مخاطب کے تعلق کو استہزاء کا نشانہ بنائیں اور اُسے جاہل قرار دیں، اور اُس کے بوجھ یعنی دکھ درد اٹھانے کا دعویٰ کریں، حالانکہ دکھ درد دور کرنے والا عظیم قدرت کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور حضرت غوثِ پاک جیسے شخص کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ مذکورہ بالا شخص کو ایسے کلمات کہیں، یہ تو بے خبر لوگوں کا کلام ہے،

اولیائے کرام کا کلام تو اِس کے برعکس ہوتا ہے، تمام سادات بالخصوص اور اہلِ علم حضرات بالعموم اہلِ بیت کے نسب کا احترام کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ "اہلِ بیت کا نسب آخرت میں نفع دے گا۔" اور اُن کے پاس کتاب وسُنت سے کثیر دلائل بھی موجود ہیں۔(1)

(1) میرے لئے اِس پیراگراف کا ترجمہ بہت گراں اور مشکل ذمہ داری تھا جسے کسی نہ کسی طرح نبھایا ہے، کئی مرتبہ جی چاہا کہ اس کا ترجمہ نہ کروں اور حاشیہ میں لکھ دوں کہ اس جگہ ایک پیراگراف کا ترجمہ اس میں موجود بے ادبیوں اور شقاوتوں کے باعث چھوڑ دیا لیکن پھر یہ خیال آیا کہ سورج پر تھوکنے والے اپنا تھوک اپنے ہی چہرے سے صاف کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، لیکن پھر اس خیال سے جیسے تیسے ممکن ہوا ترجمہ کردیا کہ معترض کی بدباطنی، اُس کی جہالت اور انتہا کی بدنصیبی اور محرومی سامنے آجائے، باقی اُس نے جتنی باتیں لکھی ہیں سب اُس کی جہالت اور بدبختی پر دلالت کرتی ہیں، یا تو اُسے عربی زبان اور وعظ ونصیحت کے اسالیب کی خبر ہی نہیں تھی، یا حضور غوثِ اعظم کے لیے اُس کے دل میں چھپے ہوئے بغض نے اُسے اندھا کردیا تھا، میں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضور غوث پاک کے کلمات طیبات کا ترجمہ کرتے ہوئے اردو جاننے والوں کے لئے قوسین میں اُن کلمات کا صحیح مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی ہے جو معترض کی عقل میں نہیں آسکے تھے، اِسی لئے عربی زبان کی گہرائیوں سے واقف حضرات میں سے کوئی بھی جاہل معترض کی طرح زبان درازی اور بے ادبی کے راستے پر نہیں چلا۔(مترجم)

"السیف الربانی" کے مصنف کہتے ہیں: "ہم نے معترض کی عبارت سے یہ جان لیا ہے کہ وہ اولیائے کرام کے ذوق اور اُن کی زندگیوں میں موجود حقائق سے بہت ہی دور ہے، بلکہ وہ تو وعظ ونصیحت کرنے والوں کے منہج واسلوب اور اُن کے لطیف اشاروں سے بھی قطعاً آگاہ نہیں، سیدنا علی ◆ کے حکمت ودانش سے لبریز ارشادات میں سے آپ کا یہ ارشاد ہے:

رحم اللہ امرأ عرف نفسہ ولم یتعد طورہ۔

"اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنے آپ کو جانا اور اپنی حد سے تجاوز نہیں کیا۔"

اللہ تعالیٰ حکمت ودانش کی بات کہنے والے شاعر کو جزائے خیر دے جس نے کہا تھا:

عليك بطورك لاتمله ودع من سواك لأطواره

فمن شذ عن طوره يفتضح و تبدو حقائق أسراره

و ياتيه غير جهول به يبين له كنه مقداره

- اپنی حد اور قدر و منزلت کو پہچانو اور اُس سے تجاوز نہ کرو، اور اپنے غیر کو اُس کی حدود میں ہی چھوڑ دو۔
- جو بھی اپنی حد سے بڑھا وہ رسوا ہوگیا اور اُس کے پوشیدہ رازوں کے حقائق کھل گئے۔
- اور اُس کے پاس اُس کی حدود اور قدر و منزلت سے آگاہ شخص آتا ہے تو اُسے اُس کی حقیقی قدر و منزلت سے آگاہ کرتا ہے۔

آیئے معترض کی مزید خرافات کا جائزہ لیں، اُس نے کہا تھا:

''حضرت غوثِ اعظم کے لئے مناسب نہیں تھا کہ وہ نقیب النقباء کے نسب کی نفی کرتے۔''

میں کہتا ہوں: ''حضرت غوثِ اعظم نے اہلِ بیت کے ساتھ نقیب النقباء کے جسمانی اور خونی تعلق کی نفی نہیں کی ہے بلکہ آپ کا یہ ارشاد تو رسولِ مقبول ﷺ کے اُس فرمان کے تناظر میں ہے جس میں آپ نے فرمایا:

''من أبطأ به عمله أبطأ به نسبه'' (۱) رواه مسلم بهذا اللفظ وابوداود في سننه

''جسے اُس کے عمل نے سُست کردیا اُسے اُس کا نسب بھی سست کردے گا۔''

---

(۱) اِس حدیث کو راویت کیا ہے امام مسلم (۲۰۷۴/۴) اور امام ابو داؤد (۳۱۷/۳) اور امام ترمذی (۱۹۵/۵) اور دارمی (۱۱۱/۱) نے اور امام حاکم نے مستدرک (۱۶۵/۱) میں اور ابن حبان (۲۸۴/۱) نے۔

تفتازانی نے اربعین (چالیس احادیث) کی شرح میں کہا:

''سعادت کی طرف جلدی تقویٰ اور صالح عمل کے ذریعے ہوتی ہے

(صرف) نسب سے نہیں۔''

اور اِس بات کی تائید حضور ﷺ کے اُس فرمان سے ہوتی ہے جو آپ نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہ اور اپنی انتہائی عزیز صاحبزادی حضرت فاطمہ □ کو فرمایا تھا (جبکہ امت کو عمل کی ترغیب دینا مقصود تھا) آپ نے فرمایا:

''یاصفیة! یافاطمه بنت محمد ائتونی یوم القیامة بأعمالکم لا بأنسابکم فلی لا أغنی عنکم من الله شیئا۔''

''اے پھوپھی صفیہ! اے محمد (ﷺ) کی بیٹی فاطمہ! قیامت کے دن میرے پاس اپنے اعمال لانا فقط اپنے نسب نہ لانا، کیونکہ میں تمہیں (فقط نسب کی بناپر) اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچا نہیں سکتا۔''

میں نے کہا: اِس حدیث کا مطلب آخرت میں اہلِ بیت کے نسب کی نفی نہیں جیسے کہ ذوقِ سلیم نے پہلی حدیث سے سمجھا ہے جس میں آپ نے (نیکی کو) جلدی سے تعبیر فرمایا ہے، بلکہ نسب پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل میں حد درجہ کوتاہی نہ کرنا مقصود ہے، اور اِس حدیث کی شرح کرنے والے حضرات کے مواعظ بھی اسی معنی و مفہوم کو بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی نگاہوں سے سرورِ عالم ﷺ کا یہ فرمان اوجھل نہیں:

کل سبب و نسب منقطع الا سببی و نسبی۔(۲) رواہ الحاکم والبیہقی

(۱) اِس حدیث کو امام مسلم (۱/۱۰۱) اور ابنِ حبان (۱/۴۸۵) نے روایت کیا۔ اِسے ضیاء المقدسی نے مختار (۱/۱۹۷، ۱۹۸، ۳۹۸) میں اور بیہقی نے الکبریٰ (۷/۶۳) میں اور دارقطنی نے علل میں روایت کیا امت محمدیہ کو قیامت کے دن سرورِ عالم ﷺ کی شفاعت سب سے بڑھ کر نفع دے گی اور مذکورہ بالا حدیث میں عمل کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے مطلقاً شفاعت اور اُس کی قبولیت کی نفی مقصود نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے براہِ راست تربیت پانے والے آپ کے اقارب

سے عمل میں کوتاہی مقصود نہیں۔ (مترجم)

"قیامت کے دن میرے سبب اور نسب کے علاوہ ہر سبب اور نسب منقطع ہو جائے گا۔" اِسے حاکمِ نیشاپوری اور بیہقی نے راویت کیا۔

یہاں سبب سے مراد رابطہ اور محبت ہے جیسے کہ زرقانی نے دیلمی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا۔ اِس تناظر میں ہم کہیں گے کہ امام جیلانی نے ابن الاعرج سے جو یہ فرمایا: "تمہارا نسب صحیح نہیں ہے۔" تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ تیرا نسب تجھے سلف صالحین میں سے اہلِ تقوی تک پہنچانے والا نہیں ہے۔ اور حضرت غوثِ اعظم کے قول سے ملتا جلتا قول بہت سے سلف صالحین سے بھی منقول ہے، انہی شخصیتوں میں سے امام علی زین العابدین بن سیدنا حسین □ ہیں، آپ کے بعض محبین نے آپ کو غلافِ کعبہ سے لپٹے اور مناجات کرتے ہوئے پایا، آپ اِس قدر روئے کہ آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، اور جب آپ کو ہوش آیا تو آپ کے اُس محبت کرنے والے نے آپ کو اہلِ بیت کی فضیلت یاد دلائی، تو آپ نے اُسے فرمایا: "کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

فاذا نفخ فی الصور فلا أنساب بینھم یومئذٍ ولا یتسائلون(۱)

(۱)سورہ مومنون:۱۰۱

"تو جب صور پھونکا جائے گا تو نہ اُن میں رشتے رہیں گے اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں۔"

اِس کے علاوہ بھی سلف صالحین کے ایسے ہی بہت سے مزید ارشادات موجود ہیں۔

اور معترض کا یہ کہنا: حضرت غوثِ اعظم نے نقیب النقباء کو یہ کہہ کر عقل سے فارغ قرار دیا: "تم کچھ عقل نہیں رکھتے۔" معترض کے اِس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ، حضرت غوثِ اعظم کا یہ فرمان جو معترض کو سمجھ نہیں آیا ایسے ہی ہے جیسے:

"لا صلاۃ لجار المسجد الا فی المسجد"

"مسجد کے پڑوسی کی نماز نہیں ہے مگر مسجد میں۔"

تو یہاں نماز کی مطلق نفی نہیں بلکہ نماز کے کمال کی نفی ہے،فرمانِ غوثِ اعظم میں عقل کی مطلق نفی نہیں بلکہ عقل کے کمال کی نفی ہے، یعنی مخاطب کی عقل ایسی کامل نہیں ہے کہ اُس کی کوشش اُس کو مقربین کے مقام تک پہنچا دے۔

اور معترض کا یہ کہنا کہ حضرت غوثِ اعظم نے اپنے جنون کا اعتراف کیا ہے اس کی اپنی کج فہمی ہے۔

میں کہتا ہوں: جنون معترض کی ٹیڑھی عقل اور بیمار سوچ میں ہے، اُس کی نا عاقبت اندیش جارحیت نے اُسے مجاز کے صیغوں کی خوبصورتی دیکھنے سے محروم کردیا ہے، وہ مجاز جو حقیقت سے بڑھ کر خوبصورت ہے، یا عقل کے اِس اندھے کی آنکھیں چُندھیا گئیں اور حقیقت کے مطالع سے ابھرتے ہوئے قرائن کے آفتابوں کو دیکھ ہی نہ سکیں، حضرت غوث اعظم کے اِس قول میں جنون کا اطلاق کسی چیز کے ساتھ والہانہ تعلق اور اس میں گہرے انہماک پر ہے۔اِسی لئے تو عرب کہتے ہیں:

"الجنون فنونٌ"

(کسی مقصد یا چیز سے) والہانہ لگاؤ لطیف احساسات کو بیدار کرنے والا ہے اور حضرت غوثِ اعظم کا والہانہ تعلق اصلاح، وعظ اور تربیت سے تھا، اِس لئے آپ نے فرمایا تھا: "میں تجھے نہیں دیکھتا" یعنی میری آنکھ میں تیری کوئی حیثیت نہیں، اور اگر سامعین وعظ کرنے والے کی آنکھ میں بڑے ہوں تو اُس کے وعظ کی تاثیر کم پڑ جاتی ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ جنون سے مراد وہ غَیبۃ(1) ہے جو اہل فن کی کتب میں مذکور ہے، میر سید شریف جرجانی نے غیبت کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

"جب قلبی واردات پڑ جائیں اور دل کے تخت پر حقیقت کا بادشاہ فائز ہو جائے تو ایسے میں مخلوق کے احوال بلکہ خود اپنے احوال سے توجہ ہٹ

جانے کو غیبت کہتے ہیں ایسے شخص کی توجہ اپنے اور مخلوق کے احوال سے ہٹ کر صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف مبذول ہو جاتی ہے، اس بات کی کیفیت کو سمجھنے کے لئے ہم اُن عورتوں کا ذکر کریں گے جنہوں نے حضرت یوسف ◆ کے جمال کا مشاہدہ کیا تو اس مشاہدے میں یوں محو ہو گئیں کہ اپنے ہاتھ زخمی کر بیٹھیں، اگر جمالِ یوسفی کا یہ حال ہے تو ربِ ذوالجلال کے انوار کے مشاہدے کا کیا حال ہوگا؟! مشہور قطب سیدی احمد بدوی ◆ کی طرف یہ شعر منسوب ہے۔

مجانين الا أن سر جنونهم   عزيز على أبوابه يسجد العقل

"وہ مجنون ہیں مگر اُن کے جنون کا راز اتنا معزز ہے کہ اُس کے دروازوں پر عقل سجدہ ریز ہے۔"

---

(1) یہاں غین پر زبر پڑھی جائے گی اور اِس کلیہ کا معنی متن میں ہی مذکور ہے۔ (مترجم)

"رسالہ قشیریہ" میں ہے کہ ایک دن حضرت جنید بغدادی اپنے گھر میں تشریف فرما تھے اور اُن کی اہلیہ بھی اُن کے پاس ہی بیٹھی تھیں، اتنے میں شبلی اندر داخل ہوئے، حضرت جنید کی اہلیہ نے پردہ کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا: "اپنے حال میں بیٹھی رہو شبلی کو قطعاً تمہاری خبر نہیں۔" دونوں کے درمیان بات چیت ہوتی رہی، حضرت جنید، شبلی کے ساتھ اُن کے احوال کے حوالے سے علمی گفتگو کرتے رہے، یہاں تک کہ شبلی پر گریہ طاری ہو گیا، تب حضرت جنید نے اپنی اہلیہ سے فرمایا: "پردہ کر لو شبلی اپنی محویت سے نکل آئے ہیں۔"

یہ بھی درست ہوگا کہ فرمانِ غوثِ اعظم میں مذکور لفظِ جنون سے وہ کیفیت مراد لی جائے جو حضرت غوثِ اعظم اور دیگر اولیائے کرام کے مقام اور حال کے شایانِ شان ہے۔

اور معترض کا یہ کہنا بھی غلط اور بدنیتی پر مشتمل ہے کہ حضرت غوثِ اعظم نے اللہ کا کام اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے کہا ہے: "میں تمہارے گھر سے آگ بجھاتا ہوں اور

تمہارے اہلِ خانہ کی حفاظت کرتا ہوں۔"

اِس اعتراض کے حوالے سے گزارش ہے۔"تعجب کی بات ہے کہ معترض یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ امام شعرانی، حاتمی، سہروردی اور اِن جیسے دیگر مشائخ کی کتابوں کا مطالعہ کئے ہوئے ہے لیکن وہ صوفیہ کرام کی اہم اصطلاحات اور اُن کے اسالیب میں پنہاں اشارات اور اُن کی کرامات میں پائے جانے والے لطیف امور سے بالکل نابلد ہے، اُس کے اقوال میں دور دور تک ہم آہنگی نظر نہیں آتی۔اور معترض نے اپنے اِس اعتراض میں جو منہج اختیار کیا ہے وہ عصرِ حاضر کے خوارج یعنی وہابیوں کا اسلوب ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو فقط اِس وجہ سے گمراہ قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء اور اولیاء کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ تک وسیلہ بناتے ہیں اور اُن سے مدد طلب کرتے ہیں (جو کہ توسل ہی کی ایک صورت ہے)، اِس بناپر وہابیوں نے مسلمانوں کو مشرک قرار دے دیا، اور اگر ہم معترض کا زمانہ جاننے کی کوشش کریں تو ہمیں اُس کے اور وہابی گروہ کے سردار محمد بن عبدالوھاب کے تعلق کا پتہ ملے گا، اِس گروہ کی ابتداء ۱۱۴۳ھ میں ہوئی۔

اے محمد بن عبدالوھاب کے مقتدی! ذرا یہ تو بتاؤ کہ ولی سے مدد مانگنے والے میں ولی کی حقیقی مدد کی تاثیر کا اہلِ سُنت میں سے کون قائل ہے؟ اور ولی کی طرف سے اپنے مرید کی حقیقی طور پر غائبانہ حفاظت کا کون قائل ہے؟ کیا ولی کا اپنے مرید کی مدد کرنا اور اُس کی حفاظت کرنا ایسا ہی نہیں ہے جیسے ایک آقا اپنے غلام، باپ اپنی اولاد اور بادشاہ اپنی رعیت کے ساتھ اپنی حیثیت کے مطابق معاملہ کرتا ہے؟ اِن میں اور ولی میں فرق یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سامنے کسی کے موجود ہونے یا اُس کی طرف سے کسی نمائندے کے حاضر ہونے پر معاملہ کرتے ہیں، جبکہ اولیائے کرام کے لئے خلافِ عادت کسی کا سامنے موجود ہونا یا نہ ہونا برابر ہے، اور کرامت کے اِسی معنی ومفہوم کو اہلِ سنت نے ثابت کیا ہے، بندے کا فعل ظاہر ہو یا پوشیدہ، حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

"وما رميت اذ رميت ولکن الله رمٰی۔"(۱)(سورۃ انفال:۱۷)

"اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔"

اور ولی کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے اُس کے ہاتھوں سے کوئی خارقِ عادت کام صادر کرواتا ہے، اولیائے کرام کی مدد کے قائل حضرات کا یہی موقف ہے، خواہ ولی نے اپنے بارے میں ازرہِ نصیحت یا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار کرتے ہوئے خود کچھ کہا ہو یا کسی دوسرے نے یہ رائے ظاہر کی ہو، عامۃ الناس کے دلوں میں یہی معنی و مفہوم رچا بسا ہے اگرچہ وہ اپنے مافی الضمیر کا مناسب الفاظ میں اظہار نہ کر سکیں، جب اولیاء کی روحانی مدد کا معاملہ واضح ہے تو "الفتح الربانی" کے مرتب شیخ عفیف الدین مبارک رحمہ اللہ حضرت غوثِ اعظم رحمہ اللہ کی روحانی مدد کے حوالے سے کچھ کہیں یا آپ خود اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اظہار کریں تو یہ امر تعجب کی بات نہیں؟ چہ جائیکہ ہم اُن پر اللہ تعالیٰ کی اُس نعمت کا انکار کریں۔ معترض کی طرف سے حضرت غوثِ اعظم کی روحانی مدد کا انکار اُس کے عقیدے میں خلل یا اُس کی کمزور عقل کی وجہ سے ہے، دونوں صورتیں کمال نہیں کہلاتیں، کیونکہ وہ کلام سے باز نہیں آیا اس لیے ہم اُسے شاعر کا یہ شعر سنائیں گے۔

فان کنت لاتدری فتلک مصیبۃ و ان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

"اگر تو نہیں جانتا تھا تو تیری یہ جہالت تیرے لئے ایک مصیبت ہے، اور اگر تو جانتا ہے (اور پھر بھی جاہلوں والی بات کرتا ہے) تو پھر مصیبت بہت بڑی ہے۔"

امام شعرانی نے حضرت غوثِ اعظم کے فضائل میں روایت نقل کی ہے، آپ فرماتے ہیں:

"احفظک و أنت غافل۔"

"میں اس حال میں تمہاری حفاظت کرتا ہوں کہ تم غفلت میں مبتلاء ہوتے ہو۔"

میں نے کہا: "پتہ نہیں کہ معترض اُن کثیر احادیث کے بارے میں کیا کہتا ہے جو

اولیاء کے عمومی نفع کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، جیسے کہ ابدال کی احادیث ہیں، انہیں میں سے حضور نبی کریم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

لا یزال اربعون رجلا من امتی علی قلب ابراہیم یدفع اللہ بہم عن أہل الارض (۱)

''میری امت میں ہمیشہ چالیس افراد حضرت ابراہیم (◆) کے نقش قدم اور خصائل پر رہیں گے، اُن کی برکت سے زمین والوں کے مصائب دور کئے جائیں گے۔''

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

بہم تقوم الأرض وبہم یمطرون، وبہم ینصرون (۲)

(۱) اس حدیث کو طبرانی نے (۱۰/۱۸۱) میں اور ہیثمی نے مجمع الزوائد (۱۰/۲۳) میں اور عجلونی نے کشف الخفاء (۱/۲۰) میں روایت کیا۔

(۲) اس روایت کو طبرانی اور ابو نعیم وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔

''انہیں کی برکت سے زمین قائم رہے گی۔ اور انہی کی برکت سے اہلِ زمین کو بارش عطا ہوگی، اور انہی کی برکت سے اہلِ زمین کو فتح ونصرت عطا کی جائے گی۔''

اور بڑے بڑے علماء نے مدد مانگنے والوں کے لئے اولیاء کے نفع پہنچانے کے دوران انہیں بطور وسیلہ پکارنے کے جواز پر روشنی ڈالی ہے، اِن حضرات میں سے حاتمی، ثعالبی، شعرانی، مناوی، شمس الدین رملی اور شہاب الدین رملی قابلِ ذکر ہیں۔ برلسی نے یہ امور اپنی کتاب ''الآیات البینات فی اثبات کرامات الاولیاء فی الحیات و بعد الممات(۱) اور شیخ عبدالباقی مقدسی نے اپنی تصنیف: ''السیوف الصقال فی رقبۃ من ینکر کرامات الأولیاء بعد الانتقال(۲)''

(۱) ''دنیاوی زندگی اور وصال کے بعد اولیاء کی کرامات کے اثبات میں واضح دلائل۔''

(۲) ''اولیاء کے وصال کے بعد ان کی کرامات کے منکر کی گردن میں تیز دھار تلواریں۔''

شیخ الاسلام سیدی اسماعیل تمیمی، شیخ عمر محجوب تیونسی، فاس شہر کے بزرگ شیخ طیب بن کیران، مکہ مکرمہ (اللہ تعالیٰ اُسے ہمیشہ آباد رکھے) کے رہنے والے شیخ الاسلام سیدی احمد زینی دحلان ؒ اور شیخ حسن عدوی ؒ وغیرہم نے اولیائے کرام کی کرامات کے اثبات میں گفتگو فرمائی ہے، اور کرامات کا مشاہدہ بذاتِ خود ایک مضبوط ترین دلیل ہے، امام شعرانی ؒ نے فرمایا ہے:

''یستحب للولی أن یحمی نفسه و أصحابه بالحال والکرامة۔''

''ولی کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو اپنے ''حال'' اور کرامت کے ساتھ بچائے۔''(۳)

اور معترض کا حضرت غوثِ اعظم کے بعض اقوال کے بارے میں یہ کہنا: ''یہ باطن کی آنکھ نہ رکھنے والوں کا کلام ہے، اور معرفت رکھنے والوں کا کلام اِس کے برعکس ہوتا ہے۔'' بھی اُس کی جہالت پر مبنی ہے، میں کہتا ہوں: باطن کی آنکھ نہ رکھنے والوں کو کیا دکھائی دیتا ہے کہ وہ اُسے بیان کر سکیں؟ حضرت غوثِ اعظم کے کلام ایسا کلام تو روشن باطن اور فرشتوں جیسا کشف رکھنے والوں کا ہی ہو سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمتوں کا اظہار معرفت والوں اور فقط ایسے لوگوں کی زبان سے ہوتا ہے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے پردے اٹھا دیئے ہوتے ہیں اور انہیں کائنات میں تصرف کا اختیار بخشا ہوتا ہے۔

ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیه من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔(٤)

''یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔''

---

(۳) معترض کا اشارہ نقیب الاشراف کو کہے گئے حضرت غوثِ اعظم کے اس ارشاد کی طرف تھا: ''أطفیء الحریق عن بیتک و أصون حریک''

(٤) سورۂ جمعہ:۴

اور معترض کا یہ کہنا: ''حضرت غوثِ اعظم نے آلِ رسول میں سے ایک شخص کے حسب ونسب کی یہ کہہ کر تحقیر کی ہے: ''تم نرے جاہل ہو۔'' اُس کے بے بصیرت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں: حضرت غوثِ اعظم نے مندرجہ بالا الفاظ کے ذریعے اُس سید زادے کی تحقیر نہیں کی بلکہ آپ کے یہ کلمات تربیت، تادیب، نصیحت اور سنوارنے کے لئے تھے، لگتا ہے کہ نہ تو معترض کے کان میں کوئی ایسی بات پڑی، نہ اُس نے کبھی کسی کتاب میں ایسا کلام پڑھا اور نہ ہی اُس کے مشاہدے میں ایسی بات آئی کہ تربیت کرنے والے مشائخ اپنے محبوب ترین مریدین کو کیسے کیسے زجر وتوبیخ کرتے ہیں، حالانکہ وہ مرید اُن مشائخ کو انتہائی عزیز ہوتے ہیں، دوسری طرف اُن کے یہ مرید بھی سر جھکائے رہتے ہیں اور مشائخ کی طرف سے نفس کی تذلیل کا رویہ خوش دلی سے قبول کرتے ہیں، اور اساتذہ اپنے شاگردوں کے ساتھ صبح کے وقت ایسا سخت رویہ اختیار کرتے ہیں تو یہ سعادت مند شاگرد اُس پر اللہ کی حمد کرتے ہیں، معترض زبانِ حال سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اُسے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کی توفیق نہیں ہوئی اور نہ ہی وہ علم کے شہروں کی زیارت سے شاد کام ہوا، اور نہ ہی اُس کی آنکھ اہلِ علم کی کتابوں کا مطالعہ کرسکی، اور میں معترض کے رویے کو جہالت تک محدود نہیں سمجھتا بلکہ مجھے لگتا ہے کہ اُسے حسد اور بغض نے حضور غوثِ اعظم کے بارے میں ایسے کلمات کہنے پر مجبور کیا ہے، عربی کا مقولہ ہے:

''قد یقدم العیر من ذعر علی الأسد''

''بعض اوقات گدھا بھی گھبراہٹ میں شیر پر چڑھ دوڑتا ہے۔''

اور ارشادِ ربانی ہے:

''من یضلل اللہ فلا ھادی لہ''(۱)

''جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔''

(۱) سورۂ اعراف: ۱۸۶

جس نقیب کو حضرت غوثِ اعظم نے یہ سخت کلمات ارشاد فرمائے وہ معترض کے بر عکس انصاف پسند اور اصلاح کو قبول کرنے والے تھے، اِس لئے وہ آپ کی نصیحت میں پائی جانے والی شدت پر بلبلائے نہیں، جیسے کہ یہ بات اُس کتاب کے آخر میں مذکور ہے جہاں سے معترض نے واقعہ نقل کیا تھا، اللہ معترض کا منہ بند کردے جس نے آدھی بات ذکر کی اور بات کا باقی حصہ چھپا دیا، اور پوری بات یوں ہے: حضرت غوثِ اعظم نے مذکورہ بالا واقعہ میں مذکور نقیب النقباء کو نصیحت کرنے کے بعد فرمایا تھا: ''اگر میری گفتگو کا اُس پر کچھ بھی اثر ہوا تو وہ ضرور واپس آئے گا۔'' مصنف نے فرمایا: ''یہ صاحب حضرت غوثِ اعظم کی اِس نصیحت کے بعد بھی آپ کی مجلسِ وعظ میں اور مجلس کے علاوہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے، وہ آپ کے سامنے انتہائی تواضع اور انکساری سے بیٹھتا، اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب لوگوں نے حضرت غوثِ اعظم سے گزارش کی کہ آپ نے نقیب الاشراف کو سمجھانے میں کافی مبالغہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا:

''میرا سخت کلام نور ہے جس نے نقیب الاشراف کے دل کی تاریکیاں ختم کردی ہیں اور ہر شخص کو وہی کچھ حاصل ہوتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا۔''

پھر معترض نے کہا: حضرت غوثِ اعظم کے مواعظ کا مجموعہ ''الفتح الربانی'' شیخ عفیف الدین مبارک ؓ نے آپ کے لہجے میں ترتیب دیا، اور اُنہوں نے پہلے لوگوں کے بے شمار قصے اور گمان کرنے والوں کے خیالات آپ کی طرف منسوب کردیے۔

آپ کی طرف منسوب کیے گئے اقوال میں سے ایک یہ قول بھی ہے:

یا غلام، اذا مت ترانی وتعرفنی عن یمینک و عن شمالک، مالک أحل و أدافع عنک؟ وأسال: الی متی أنت مشرک بالخلق

متکل علیہ؟ یجب أن تعلم أن أحدا منھم لاینفع، ولا یضرن فقیرھم وغنیھم، عزیزھم وذلیلھم، علیک باللہ عزوجل لاتتکل علی الخلق۔

"اے نوجوان! جب تو مرجائے گا تو اُس وقت تو مجھے پہچانے گا اور مجھے اپنے دائیں بائیں یوں دیکھے گا کہ میں تیرا دفاع کررہا ہوں۔ اور میں تجھے پوچھتا ہوں کہ تو کب تک مخلوق پر بھروسہ کرکے اُسے خالق کا شریک ٹھہراتا رہے گا، تجھے اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ تجھے مخلوق میں سے کوئی بھی فقیر ہو یا مالدار، عام آدمی ہو یا کوئی معزز انسان کچھ نفع نہیں دے گا۔ تجھے اللہ عزوجل کی مخلوق پر نہیں بلکہ اُس قدرت والی ذات پر بھروسہ کرنا چاہیے۔"

حضرت غوثِ اعظم کے اِس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے معترض کہتا ہے:

"کیا اِس عبارت میں کوئی سلاست ہے؟ اور کیا مقررین اور اولیائے کرام کے متبعین کے خطابات میں پائے جانے والے لفظی اور معنوی ربط جیسی کوئی چیز اس عبارت میں موجود ہے؟ جب عام مقررین سے ایسی بے ربط عبارت کی توقع نہیں تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی جن کا علم وفضل مشہور ہے، اور اُن جیسے ذی علم حضرات سے تو کفر تک پہنچانے والے ایسے کلمات اور خرافات کی توقع ہی نہیں کی جاسکتی جو یونان کے قدیم فلسفیوں کی لغویات سے تقریباً ملتے جلتے ہیں۔"

میں کہتا ہوں: "حضرت غوثِ اعظم کے فرمان کا سیدھا سادھا معنی واضح ہے اور آپ کے نور میں لپٹا ہوا ہے، آپ کے فرمان: "اِذا مت مِتّ" تا ء پر فتح بھی درست ہے۔ یعنی آپ اپنے مخاطب سے فرمارہے ہیں: "جب تو مرجائے گا" (تو پھر تجھے مجھ پر اللہ کے انعامات کی خبر ہوگی) یہاں اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں آپ کا مرتبہ ومقام

غفلت کی نیند سونے والوں اور لہو ولعب میں مشغول ہونے والوں (اور معترض انہی میں سے ایک ہے) کی نگاہ سے اوجھل ہے، اور اکثر لوگ غفلت میں ہیں، جب وہ برزخی زندگی میں داخل ہوں گے تو پھر سمجھیں گے، اور دنیا میں لوگوں کا آپ کو دیکھنا ضروری نہیں کہ آپ کی خصوصیات اور مرتبہ ومقام کو دیکھنے پر بھی مشتمل ہو، جیسا کہ رحمت عالم ﷺ کے بارے میں ارشاد ربانی سے سمجھ آ رہا ہے۔

وترٰھم ینظرون الیک وھم لایبصرون۔(۱)

"اور انہیں دیکھے کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔"

اور حضرت غوث پاک کے فرمان "اذا مت" کی تاء پر ضمہ بھی جائز ہے، معنی یہ ہوگا کہ "میں جب موت کا ذائقہ چکھ لوں گا" تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایسے لوگوں میں سے ہوں گا جو اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو نفع پہنچاتے ہیں (تب تجھے مجھ پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا اندازہ ہوگا)۔ اور اِس بات میں ذی علم اور باشعور انسان کے لئے تعجب اور حیرت کی کوئی گنجائش نہیں، یہ امر اکابر اولیائے کرام سے منقول ہے، اور اِسے محققین کی ایک بڑی تعداد نے ذکر بھی کیا ہے، انہی محققین میں سے قشیری، ابن عربی اور امام شعرانی بھی ہیں، جبکہ شیخ الاسلام احمد حموی نے اپنی کتاب: "**نفحات القرب والاتصال باثبات التصرف لاولیاء اللہ بعد الانتقال**" اور شیخ اسماعیل تمیمی نے "**المنح الالہیۃ**" میں اور ایسے کثیر واقعات دیگر کئی حضرات نے تحریر کیے ہیں۔

موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد نئی زندگی کی واضح دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

"ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ أمواتا بل أحیاء عند ربهم یرزقون" (۲)

"اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا، بلکہ وہ

اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔"

(۱)سورۂ اعراف:۹۸

(۲)سورۂ آلِ عمران:۱۶۹

یہ چھوٹے جہاد والوں کا مرتبہ ومقام ہے بڑے جہاد یعنی نفس کے ساتھ عمر بھر جہاد کرنے والوں کا مرتبہ ومقام کیا ہوگا؟ اِس سلسلے میں مشہور حدیث کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر۔(۱)

"ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے ہیں۔"

---

(۱) اِس روایت کو عجلونی نے کشف الخفاء (۱/۵۱۱۔۵۱۲) میں ذکر کیا ہے۔

اِس حدیث کو بیہقی نے روایت کیا، اور ایک دوسری روایت میں صحابہ کو مخاطب کرکے "رجعتم" فرمایا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی پیشِ نظر رہے:

واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔(۲)

"اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔"

(۲) سورۂ حجر:۹۹

یہاں یقین سے مراد موت ہے، اِس تناظر میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ جہاد (یعنی عبادت) سے غیر عبادت کی طرف رجوع نہ ہو اور یہ بھی نہ کہا جائے کہ شہداء کی زندگی سے مراد اُن کی ارواح کی زندگی ہے، اِس لیے کہ روح کی زندگی تو سب کے لئے ہے، تو پھر ثابت یہ ہوا کہ شہداء کے جسم بھی دنیاوی زندگی کی طرح زندہ ہوتے ہیں، اور بہت سلف صالحین اور بعد والوں کا یہی عقیدہ ہے، اور اِس موضوع پر علامہ حافظ محمد شحمی تونسی نے اپنی تصنیف: "رسالة الاصفياء فی تحقیق حیاة الانبیاء" کے اجسام اور ارواح کی زندگی پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اور انتقال کے بعد ظاہری شکل میں اولیائے کرام کے قبروں سے باہر آنے کے واقعات بہت ہیں۔ امام شعرانی سے منقول ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ کی

طرف سے مقرر کردہ فرشتے اور کبھی خود ولی اولیاء کی قبروں سے نکلنے والی شبیہ کی صورت میں ظاہر ہو کر لوگوں کی مدد کرتے ہیں اور انہیں مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے پر اجر بھی عطا کیا جاتا ہے۔

بہت سی مفید کتابوں کے مصنف علامہ احمد بن قاسم (۲) اپنی اربعین کی شرح میں فرماتے ہیں:

---

(۲) جیسے کہ خلیلی کی "مختصر" اور تفتازانی کی "مقاصد" کو شعروں میں ڈھالنا ہے۔ علامہ احمد بن قاسم نے رحمت عالم ﷺ کی سیرت طیبہ، شمائل اور خصائص پر مشتمل ہزاروں اشعار لکھے ہیں، نیز توحید کے بیان پر مشتمل "الیاقوتہ الکبریٰ" اور "الیاقوتہ الصغریٰ" اور کئی دیگر کتب کے مصنف ہیں، حضرت مصنف (علامہ محمد بن مصطفیٰ بن غروزکی ؒ) نے یہ معلومات متن میں ہی ذکر کی تھیں، مگر میں نے انہیں حاشیہ میں ذکر کر دیا ہے تا کہ متن میں روانی برقرار رہے۔

(ممتاز احمد سدیدی)

"میرے والد گرامی شیخ مصطفیٰ بن عزوزکی ؒ کو راس الحمراء نامی علاقے کے شہر بونہ میں جیتے جاگتے قطب ربانی سیدی عبد القادر جیلانی ؒ کی زیارت ہوئی، آپ اور ایک دوسرے ولی سیدی بدر الدین شاہی دریا کے پانی پر چلتے ہوئے تشریف لائے، شیخ قاسم بونی فرماتے ہیں: اُن دونوں حضرات نے مجھے لٹا کر میرا سینہ چاک کر کے دل کو باہر نکالا، اور پھر دل کو چیر کر اُس میں سے ایک سیاہ لوتھڑا نکال باہر کیا اور دل کو اچھی طرح صاف کیا اور اُسے تمام رذائل سے پاک کر کے اُس کی جگہ پر لوٹا دیا۔ اور جہاں سے سینہ چاک کیا تھا اُس جگہ پر ہاتھ پھیرا تو وہ جگہ پہلے جیسی ہوگئی، اور حضرت غوثِ اعظم نے فرمایا: "اے قاسم! ہم نے تمہیں ولایت کا لباس پہنایا۔" اُس دن سے قاسم تمیمی ؒ اللہ کے فضل سے عظیم مرتبہ پر فائز ہو گئے، اور جب اُنہیں "رسالہ قشیریہ" میں مذکور مردانِ حق کے معیار پر پرکھا گیا تو آپ اُن میں سے اکثر کے ہم پلہ اور اُن میں سے بعض سے برتر دکھائی دیے، یہ اُن پر حضرت غوثِ اعظم کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، اور اولیاء کی کرامات میں اِس

کرامت پر کچھ حیرت نہیں، اور کرامات کو نہ ماننے والے کے لئے کوئی چھوٹی یا بڑی دلیل کارگر نہیں۔ جناب قاسم تمیمی گیارہویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں اِس طرح اُن کے اور حضرت غوثِ اعظم کے درمیان تقریباً پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور حضرت غوثِ اعظم کا یہ فرمانا:

"الی متی انت مشرك بالخلق؟"

"تو کب تک مخلوق کو شریک بناتا رہے گا؟"

نبی کریم ﷺ کے درجِ ذیل فرمان کا مفہوم ہے:

إن أخوف ما أخاف عليكم الشرك الأصغر. قالوا: وما الشرك الأصغر يا رسول الله؟ قال : الرياء، يقول الله عزوجل يوم القيامة إذا جازى العبيد بأعمالهم إذهبوا إلى الذين كنتم ترأؤون في الدنيا فانظروا هل تجدون عندهم الجزاء (1)

"مجھے تمہارے بارے میں اگر کوئی شدید ترین خوف ہے تو وہ چھوٹے شرک میں تمہارے مبتلا ہونے کا خوف ہے۔"

صحابہ نے پوچھا:

"یارسول اللہ! وہ چھوٹا شرک کیا ہوگا؟"

تو آپ نے فرمایا:

"ریاکاری! قیامت کے دن جب اللہ تعالٰی اپنے بندوں کو اُن کے اعمال کا بدلہ دے چکے گا تو وہ (ریاکاروں کو) فرمائے گا: "تم اُن لوگوں کے پاس جاؤ جن کے سامنے تم ریاکاری کیا کرتے تھے اور دیکھو کہ اُن کے پاس تمہارے لئے کوئی بدلہ ہے؟"

---

(1) اِس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند (۴۲۸/۵، ۴۲۹) میں اور طبرانی نے المعجم الکبیر (۲۰۳/۴)

میں، بیہقی نے شعب الایمان (۵/۳۳۳) میں، اور منذری نے الترغیب والترہیب (۱/۳۲) میں روایت کیا۔

اِس حدیث کو بیہقی نے "شعب الایمان" میں نقل فرمایا ہے، اور حجۃ الاسلام امام غزالی نے "إحیاء العلوم" میں اس حدیث کی تفصیلی شرح بیان کی ہے۔ اب اس حدیث کا ذکر کرنے کے بعد حضرت غوثِ اعظم کے فرمان کی شرح میں کچھ کمی نہیں رہ جاتی۔

حضرت غوثِ اعظم ◆ کا فرمان:

"انت كدر بلا صفاء"

"تم سخت گدلا پانی ہو۔"

واضح ہے اور اِس کے معنی کی صحیح وضاحت اِسی کتاب کے بارہویں مجلس میں آپ کا یہ ارشادِ گرامی کرتا ہے:

"اے نوجوان شیرینی اور تلخی، اصلاح اور بگاڑ، گدلا پن اور شفافیت زندگی کا حصہ ہیں، اگر تو مکمل شفافیت چاہتا ہے تو مخلوق سے اپنے دل کا تعلق توڑ کر اللہ تعالیٰ سے جوڑ لے۔"

آپ کے اِس فرمان میں ایسے شخص کو ڈانٹا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ سے رخ پھیرے ہوئے مخلوق کی طرف ہمہ تن متوجہ ہے۔

اور حضرت غوثِ اعظم کا فرمان: "خالق نہیں مخلوق سے" اُن ریا کار لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو ایسے اعمال کی طرف توجہ نہیں کرتے جو انہیں ان کے رب سے قریب کریں اور وہ اپنے خالق کے لیے نہیں بلکہ اُس کی مخلوق کے لیے عمل کرتے ہیں، آپ کے قول کے مذکورہ مفہوم پر ایک دوسری مجلس میں مذکور آپ ہی کا ایک اور ارشادِ گرامی دلالت کرتا ہے، آپ نے فرمایا:

"یہ نفاق، ریا کاری اور اموال کو ناحق چھین لینے کا دور ہے، بہت سے لوگ نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، اور اپنی صفائی دیتے

ہیں، اور نیکی کا کام خالق کے لئے نہیں بلکہ مخلوق کے لئے کرتے ہیں۔"

یعنی وہ ایسے چل رہے ہیں جیسے کہ اُن کا کوئی خالق نہیں ہے، آپ کے فرمان میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے۔

"أفرأيت من اتخذ الٰهه هواه(۱)

"بھلا دیکھو تو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرا لیا۔"

تفتازانی نے ایسے ہی لوگوں کے لئے شاعر کا یہ شعر نقل کیا ہے:

لک ألف معبود مطاع أمره دون الإله وتدعی التوحیدا

"تیرے لئے اللہ کے سوا ہزار ایسے معبود ہیں جن کے حکم کی اطاعت کی جاتی ہے اور تو اِس بات کے باوجود توحید کا دعویدار بھی ہے۔"

اور حدیثِ مشہور میں ہے:

تعس عبد الدینار و تعس عبد الدرهم(۲)۔

---

(۱) سورۂ جاثیہ:۲۳

(۲) اِس حدیث کو امام بخاری (۲۳۶۴/۳) (۲۳۶۴/۵) ابن ماجہ (۱۳۸۵/۲) اور بیہقی نے (۱۵۹/۹) (۲۴۵/۱۰) روایت کیا۔

اِس حدیثِ مبارک سے حضرت غوثِ اعظم ◆ کا درج ذیل فرمان واضح ہوگیا:

"دنیا بلا آخرة، باطل بلا حقیقة۔"

"آخرت سے بے نیاز دنیا ایسی باطل چیز ہے جس کی حقیقت کچھ نہیں۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی برکتوں سے مالا مال فرمائے، آپ نے بیسویں مجلس کے ضمن میں فرمایا:

"یا دنیا بلا آخرة، یا خلق بلا خالق، ماتخاف سوی فقر، ماترجو سوی الغنی، ویحک! الرزق مقسوم لایزید ولا ینقص،

ولا یتقدم ولا یتاخر۔"

"اے آخرت سے بے نیاز دنیا! اور اے خالق سے روگرداں مخلوق! تجھے فقر کے علاوہ کسی چیز کا خوف اور مالداری کے علاوہ کسی چیز کی طلب نہیں، تیرے لیے خرابی ہو، رزق تو تقسیم ہو چکا، وہ نہ تو کم ہو گا نہ بڑھے گا، نہ وقت سے پہلے ملے گا نہ اُس کے ملنے میں تاخیر ہو گی۔"

معترض کی طرف سے "الفتح الربانی" میں حضرت غوث اعظم کے مواعظ حسنہ جمع کرنے اور انہیں ترتیب دینے والے شیخ عفیف الدین مبارک اور اُن کے ترتیب دیئے ہوئے مواعظ غوثیہ کے مجموعے پر تنقید امام بوصیری کے اس قول کا مصداق ہے:

"قد تنكر العين ضوء الشمس من رمد۔

"بعض اوقات بیماری کے سبب آنکھ سورج کی روشنی کا بھی انکار کر دیتی ہے۔"

الحِکم الجلستانیہ ہے:

عند هبوب الناشرات على الحمى

تميل غصون البان لا الحجر الصلد

"چراگاہ کی سمت ہواؤں کے چلتے وقت بان نامی درخت کی شاخیں جھولتی ہیں بھاری پتھر نہیں۔"

اور اسی کتاب میں کسی شاعر کا یہ قول مذکور ہے:

لاینطقون بحرف فی المزاح سوی ما فیه نفع اخی عقل به وانتصحا

ومن تلا ألف باب كلها حِكم جاهل قال هذا طالما مزحا

"وہ مزاح میں بھی ایسی ہی بات کرتے ہیں جس میں میرے بھائی کے لئے فائدہ ہے۔ نیز میرے بھائی نے اس بات سے شعور اور نصیحت حاصل کی۔ جس نے کسی جاہل کے لیے کتاب کے حکمت بھرے ہزار باب پڑھے تو جاہل

نفع حاصل کرنے کی بجائے یہی کہے گا: ''شاید اس نے مزاح کیا ہے۔''

اور یہ بات درست ہے کیونکہ جس کتاب "الفتح الربانی" کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے، اُس میں سنت نبویہ ﷺ سے ماخوذ اوامر اور نواہی کے سوا کچھ نہیں، نیز گناہوں اور گناہوں کی طرف جانے والے راستوں کی مذمت ہے، اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی تعظیم ہے، علاوہ ازیں اُن آداب کا بیان ہے جو نفیس ترین ذخائر ہیں، نیز دل (گناہوں) کے مریض پر کچھ سختی ہے تا کہ اُس کا مرض (گناہوں کی عادت) ختم ہو جائے، حضرت غوثِ اعظم کا درجِ ذیل ارشادِ گرامی حکمت بھرا کلام اور بہترین دوا ہے۔ آپ نے فرمایا:

''اے جوان! اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے اور رب کے درمیان کوئی دروازہ بند نہ رہے، تو پھر تم ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کیونکہ تقویٰ ہر دروازے کی چابی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب'' (۱)

''اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اُس کے لئے نجات کی راہ نکال دے گا، اور اُسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اُس کا گمان بھی نہ ہوگا۔'' (۱)

سورۂ طلاق: ۲-۳

اپنی جان، مال، اہل وعیال اور اپنے احباب کی محبت میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ سے جھگڑا نہ کرو، کیا تجھے اس بات پر شرم نہیں آتی کہ تو اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ وہ (تمہاری خواہش کے مطابق) تبدیلی کرے، کیا تو اس سے زیادہ حکم دینے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ تمہارے عزیزوں اور تمہارے معاملات کی تدبیر فرمانے والا ہے۔''

آپ نے چودھویں مجلس میں فرمایا:

"اے منافق! اللہ تعالیٰ نے زمین کو تجھ سے پاک رکھا، کیا تمہاری ہلاکت کے لئے تمہارا نفاق کافی نہیں ہے کہ تم علماء اور اولیاء کے گوشت کھاتے ہوئے اُن کی غیبتیں کرتا ہے؟! عنقریب کیڑے تمہاری اور تمہارے جیسے تمہارے منافق بھائیوں کی زبانیں اور گوشت یوں کھائیں گے کہ تم سب کو چیر پھاڑ کر رکھ دیں گے، اور زمین تمہیں یوں دبائے گی کہ تمہیں پیس کر رکھ دے گی، ایسے لوگوں کے لئے کامیابی کی نعمت نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے نیک اور صالح بندوں کے بارے میں اچھا گمان نہیں رکھتے اور اُن کے ساتھ عجز وانکسار سے نہیں ملتے، تم انہیں جھک کے کیوں نہیں ملتے جبکہ وہ (روحانی دنیا کے) رؤساء اور امراء ہیں؟ اُن کے سامنے تمہاری کیا حیثیت ہے؟ اللہ نے انہیں ارباب بسط وکشاد بنایا، اُن کی برکت سے آسمان بارش برساتا ہے، اور زمین غلہ اگاتی ہے، ساری مخلوق اُن کی رعیّت ہے، اُن میں سے ہر ایک ایسا پہاڑ ہے کہ آفات اور مصائب کی آندھیاں اُن میں سے کسی کو متزلزل یا خوفزدہ نہیں کرسکتیں، وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی جگہوں اور اپنے رب سے راضی رہنے والی عادت سے دستبردار نہیں ہوتے، حکماء اور علماء کے کلام کو حقیر نہ جانو، اس لئے کہ ان کا کلام دوا کا درجہ رکھتا ہے اور ان کے کلمات وحی الٰہی کا ثمرہ ہیں۔"

میں کہتا ہوں: "**الفتح الربانی**" کے مرتب شیخ عفیف الدین مبارک رحمہ اللہ کا سوائے اِس کے کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنی والدہ کی طرف سے حضرت غوثِ اعظم کی اولاد میں سے ہیں نیز آپ کے شاگردوں میں سے ہیں، اور ان کی مرتب کی ہوئی کتاب "**الفتح الربانی**" اُن کے نانا کے افادات پر مشتمل ہے، اِس لئے ادب ناشناس معترض نے اُن پر تنقید میں شدت اختیار کی ہے، جبکہ ملاّ علی قاری رحمہ اللہ نے مذکورہ کتاب کی تعریف کرتے

ہوئے کہا ہے:

"شیخ عفیف الدین نے اپنے نانا سے اُن کی مجالس میں دیئے گئے خطابات براہِ راست سنے اور اُن کا نام "الفتح الربانی والفیض الرحمانی" رکھا، یہ کتاب لطیف اور مبارک ہے، انہوں نے اِس میں ہر خوبی کو جمع کر دیا ہے۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ "الفتح الربانی" عمدہ اور نفیس کتاب ہے جو مریدین کی آنکھیں کھولنے والی، عارفین کو یاد دہانی کرانے والی اور غافلوں کو تنبیہ کرنے والی اور شیاطین کے ساتھیوں کو برباد کرنے والی ہے۔ ہاں جہالت اور علم و فضل سے محرومیت کا شکار، اپنے عیوب کو بھول کر لوگوں کے عیوب تلاش کرنے والا اور حسد کی آگ میں جل کر کمال کو عیب قرار دینے والا شخص اِس کتاب کو پڑھنے سے مزید گمراہ ہوتا ہے اور گمراہی میں جھونکا جاتا ہے کیونکہ وہ انصاف کی راہ پر چلانے والی خوبیاں نہیں رکھتا، شاعر کے درج ذیل اشعار حکمت اور دانائی پر مشتمل ہیں:

اذا العلم لا تعجل بعیب مصنفھلم تتحق زلة منه وتعرف

فکم أفسد الراوی کلاما بعقلوکم حرّف المنقول قوم وصحّفوا

وکم ناسخ أضحی لمعنی مغیّرا بشیء ام یرده المصنف

"اے علم والے کسی مصنف کی لغزش کو اچھی طرح جانچنے اور پرکھنے سے پہلے اس پر کسی عیب کا حکم نہ لگا۔

کتنے ہی راوی ایسے ہیں جنھوں نے اپنی کج فہمی کی وجہ سے کلام کا حلیہ بگاڑ دیا۔ اور کتنے ہی لوگ ہیں۔ جنہوں نے نقل کیے ہوئے کلام میں تبدیلی اور تحریف کر دی۔